



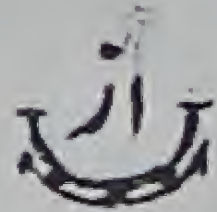
دود چراغ محفل

Al No 6
28

Al 6
23

دودِ پیرِ ابرارِ محفل

(دُرانا)



ڈاکٹر رفیعہ سلطانہ ایم۔ اے۔ پی۔ ایچ۔ ڈی
ریڈر شعبہ اردو و جامعہ عثمانیہ



مطبوعہ

اعجاز پرنٹنگ پریس

پریس لین، چھتر بازار
حیدرآباد ۲

وقت پروجیکٹ

پہلا ایڈیشن

شیر

”دود پیر سرخ محفل“

غالب کی حیات اور کارناموں پر مبنی ایک ڈراما

فہرست

(۱) افراد تھیل

(۲) اثاثہ تھیل

(۳) ہدایات مناظر

پہلا ایکٹ — اگرہ ۱۷۹۷ء تا ۱۸۱۶ء

(۱) سین پہلا (پیدائش) اگرہ کلاں محل پیل منڈی

(۲) سین دوسرا (لڑکپن)

(۳) سین تیسرا

دوسرا ایکٹ — دہلی ۱۸۱۶ء تا ۱۸۴۷ء

(جوانی)

نواب الہی بخش خان معروف کی محل سرا

(۱) سین پہلا

(۲) سین دوسرا

(۳) سین تیسرا

شعبان بیگ کی حویلی - پھاٹک حبش خان
غالب کاسکو تہی مکان -

- (۴) سین چوتھا شعبان بیگ کی حویلی - پھاٹک حبش خان
 غالب کا سکونتی مکان
 (۵) سین پانچواں کلکتہ (اخبار آئینہ اسکندر کا دفتر)

تیسرا ایکٹ — دہلی ۱۸۴۷ء تا ۱۸۶۹ء

(۱) دیسٹریکٹ وربرٹھاپا

- (۱) سین پہلا دہلی (کھاری باؤلی، نواب عبدالرحمن کی حویلی)
 (۲) سین دوسرا " لال قلعہ
 (۳) سین تیسرا " غدر
 (۴) سین چوتھا " (غدر کے بعد)
 (۵) سین پانچواں " بیماری و موت

افراد تمثیل

(۱) غلام حسین کیدان .. غالب کے نانا

(۲) مرزا عید اللہ بیگ عرف مرزا دو .. غالب کے والد

(۳) پنڈت .. پوتھی یا پختہ والا

(۴) ولی محمد نظیر .. آگرہ کے مشہور شاعر سنہ ولادت ۱۷۳۵ء

سنہ وفات ۱۸۳۰ء

(۵) بلوان سنگھ .. غالب کے دوست آگرہ کے متوطن۔ غالب نے

اپنے رقعہ میں ان کا ذکر کیا ہے کہ وہ اُن کے
ساتھ کھیلے تھے۔

(۶) ہر مرزا ملا عبد الصمد .. ایرانی سیاح (زر تشت) جو بعد میں مسلمان ہو گیا۔

جس کا قیام آگرہ میں دو سال غالب کے

گھر میں رہا۔

(۷) امراؤ بیگم

.. غالب کی بیوی نواب الہی بخش خان معروف

کی دختر اور نواب احمد بخش والی فیروز پور
کی بیٹی تھی۔

(۸) امر اڈ بیگم کی سہیلی

.. ڈومنی جس کا ذکر غالب کے خطوط میں
آیا ہے جس کے مرنے پر غالب نے اپنا مشہور
مرثیہ لکھا۔

(۹) نواب الہی بخش خان معروف .. دلی کے مشہور رئیس اور غالب کے خسر

(۱۰) مولوی فضل حق خیر آبادی .. دلی کے مشہور عالم غالب کے دوست ان

ہی کے کہنے پر غالب نے مشکل گوئی ترک کی
.. غالب کے دوست مشہور سخن فہم ان کے
نام غالب کے متعدد خطوط ہیں۔

(۱۱) منشی نبی بخش حقیر

.. وزیر عظم دہلی

(۱۲) حکیم احسن اللہ خان

(۱۳) مولوی سراج الدین

(۱۴) مسٹر حسن علی

.. ”اخبار آئینہ اسکندر“ کے مدیر

.. ہندوستانی کے پروفیسر ٹیکسیر کے معاون۔

لندن یونیورسٹی میں ہندوستانی کے استاد۔

.. ایک انگریز خاتون جس نے ہندوستانی

مسلمانوں پر ایک کتاب لکھی۔

.. ایرانی سفیر جس سے غالب کی کلکتہ میں

ملاقات ہوئی۔

(۱۵) مسٹر حسن علی

(۱۶) کفایت خان

.. کلکتہ کے رئیس جن کی فرمائش پر غالب نے

اپنا مشہور قطعہ چکنی ڈلی لکھا۔

(۱۷) نواب کرم حسین

۹
.. بادشاہ دہلی۔

(۱۸) بہادر شاہ ظفر

.. غالب کے حریف۔

(۱۹) شیخ ابراہیم ذوق

.. غالب کے معترض۔ ذوق کے مداح۔

(۲۰) حکیم آغا خاں عیش

دہلی کے مشہور شاعر۔

.. ولی عہد

(۲۱) مرزا جواں نخت

(۲۲) کلیان - وفادارہ .. داروغہ (کلو) (غالب کے ملازمین جو

آخر دم تک ساتھ رہے جن کا ذکر رقعات

میں ملتا ہے)

.. دہلی کے رئیس جو غدر کے بعد مفایک الحال
ہو گئے۔

(۲۳) سید سردار مرزا

.. غالب کے شاگرد و یادگار غالب کے مصنف
اردو کے مشہور شاعر۔

(۲۴) الطاف حسین حالی

.. انگریز کپتان یہ زمانہ غدر

(۲۵) کرنل براؤن

.. (سیاہی۔ حاجب۔ شاہی۔ متصدی

(۲۶) طوائف مشرق

درباری۔ مرتبیاں وغیرہ)۔

زمانہ (سنہ ۱۷۹۶ تا سنہ ۱۸۶۹ء)

مقام۔ آگرہ۔ دہلی۔ کلکتہ۔

اثاثہ تمثیل

جان دنی - گاؤ تکیہ - حقہ - پلنگ - کھانے کی میز - کرسیاں - ہونڈھے
قلم دوات - موٹی کتاب - بیاض - سارنگی - طبلہ - سنگھار داں - تلواریں
بندوقیں - ڈھولک -

ہدایات مناظر

تمام ڈرامہ محل سرا کے اندر اور دیوان خانہ کے اندر ہے۔ لہذا
محل سرا کے زنانہ اور مردانہ (دیوان خانہ) حصوں کی سجاوٹ ایک ہی ہے۔
جو دریا کا سین ہے اس میں کسی قدر طمطراق ہے بقیہ سین سادہ ہیں اس کی
پیش کشی اور مناظر بدلنے میں دقت نہیں ہوتی۔ اسٹیج کی سہولت کا
بطور خاص خیال رکھا گیا ہے کوئی سین ایسا نہیں جسے پیش کرنے
میں دقت ہو۔ فنی نقطہ نظر سے اس کی پیش کشی بہت آسان ہے۔

پہلا ایکٹ

ولادت

سین پہلا

مقام - کلاں محل - پپل منڈی آگرہ میں خواجہ غلام حسین خان کاسکوتی مکان
تیارخ - ۷ رجب سنہ ۱۲۱۲ ہجری (۲۷ - دسمبر سنہ ۱۷۹۷ء) کے ایک ہفتہ
بعد یعنی غالب کی ولادت کے (ایک ہفتہ بعد ۱۵ - رجب سنہ ۱۲۱۲
اور ۲ - جنوری سنہ ۱۷۹۸ء)

خواجہ غلام حسین کبیدان کی حویلی کا دیوان خانہ - سفید چاندنی کافرش
اس پر ایرانی قالین - صدر میں دو گائیکے جن پر مرزا دوطھا (عبداللہ بیگ خان)
اور غلام حسین کبیدان بیٹھے ہیں دونوں سفید انگرکھے اور پگڑیاں پہنے ہوئے
ہیں کمروں میں تلواریں لٹک رہی ہیں - بازو والے لین پر سیدھی طرف
پنڈت بیٹھے ہوئے ہیں (پنڈت کاروایتی لباس کمر میں زنار اور دھوتی)

ما تھے پر تلک لگائے) بائیں طرف ولی محمدؒ نظر اپنے مخصوص لباس
میں جلوہ فرما ہیں۔ پس منظر۔ بچے کے عقیقہ کی تقریب۔ ڈھولک
پر مراٹھیں زچہ گیری گارہی ہیں)۔ زچہ گیری کے بول: ﴿
مرزا دوٹھا۔ (غلام حسین کندان سے) قبلہ! بچے کی پیدائش کا یہ ہنگامہ
فرد بھی ہو گا یا نہیں؟ اب تو سات دن ہونے آئے!﴾

غلام حسین کندان۔ برنجوردار! ہنگامہ کیسے کم ہو گا۔ شیروں کے گھر شیر پیدا
ہوا۔ جنگل میں مور نہیں کہنا چاہا تو کسی نے دیکھا اور کسی نے نہ دیکھا
کبیران کا نواسہ ہے۔ سپاہیوں کی بیویاں بچہ دیکھنے آئی ہوتی گی۔
(تھوڑی دیر بٹھہر کر پھر پہلی ولادت پر تو اس طرح کی چہل پل ہوتی
ہے۔ یہ کہو تم نے سفر دکن کا کیا طے کیا؟

مرزا دوٹھا۔ ارادہ ہے استعفیٰ بھیجا دوں۔ نظام علی خان کے دربار میں
مجھ جیسے کھرے سپاہی زادوں کے لئے جگہ نہیں۔ الور سے بلاوا آیا ہے
سوچتا ہوں وہاں چلا جاؤں (پنڈت جی سے مخاطب ہوا) کہیے
پنڈت جی پوچھی دیکھ لی۔ کیسے بھاگ ہیں ہمارے فرزند کے۔

پنڈت جی۔ ججور کیا بتاؤں۔ پھر جند تو بہت ہی ارجمند ہے۔ لیکن ججور
آپ کی طرح تلوار نہیں اٹھائے گا۔ کلم ہاتھ میں لے گا۔ اس کے کلم
میں تلوار سے زیادہ شکتی رہے گی۔ اس کی بانی تو اندر کی بان ہے۔

﴿”زچہ میری ساج اپنی مان ہنری جوڑے ہیں“﴾

جس پہ چلاوے وہی لوٹ پوٹ ہو جاوے۔ اور تجور نام تو اس
کا ایسا ہے کہ جب تک چند زمان اور سور یہ آسمانِ عرش کے اس
کے نام کا نکارہ بختار ہے گا۔ ہر ایک میں اس کے چاہنے والے
موجود رہیں گے۔ تجور یہ تو دیوتا سماں منش کے سرور سوں کا
بکھاں کرے گا۔ !

مرزا دولٹا۔

پنڈت۔ تجور اس کے گھر سر سوتی کا قبضہ ہے۔ لکشمی نہیں آئے گی۔
پیسہ آئے گا بہت مگر ایک ہاتھ لے گا تو دوسرے ہاتھ دے گا۔
نظیر۔ پنڈت جی پیسہ لے کر کرنا ہی کیا ہے۔ چھوڑ ہی تو جائیں گے۔ اصل
ہیروز تو بڑائی ہے۔ روح کی بھی ذہن کی بھی۔ (بلند آواز سے گنگنا رہے ہیں)
سب ٹھاٹھ پڑا رہ جاوے گا جب لا دچلے گا۔ بخارہ
کچھ کام نہ آوے گا تیرے یہ بعل و زمر دسیم و زر
جب پوچی پاٹ میں بکھیر لگی پھر آن بنے گی جان اوپر
نوبت تقارے بان تھان۔ دولت جنت۔ فوجیں لشکر
کیا سند تکیہ ملک۔ مکان۔ کیا چوکی۔ کرسی تخت چھیر
سب ٹھاٹھ پڑا رہ جاوے گا جب لا دچلے گا۔ بخارہ
نظیر کی خوش الحانی پر۔

مرزا غلام حسین حقہ کاکش لگاتے لگاتے کچھ کھوسے گئے ہیں۔ پندت جی تھوم رہے ہیں۔

مرزا دوٹھا خاموش ہیں۔ پھر پندت جی سے مخاطب ہو کر۔
مرزا دوٹھا۔ اچھا تو پندت جی ہم اسے ودھوان بنائیں گے۔ ہم اسے
مُمت کی طرح زندگیوں کو ختم کرنے والا نہیں۔ اندر کی طرح
روحوں کو خوش کرنے والا اور سنوارنے والا بنائیں گے ہم اسے
فنون سپہ گری نہیں سکھائیں گے۔ اگرچہ ہمارے اب وجد کا
پیشہ ہی تھا ہم اسے پڑھائیں گے۔ اس وقت ہندوستان میں
جتنے بھی علوم ہیں ہم اسے سکھائیں گے۔ ہمارا بیٹا اوتار سمان
زندگیوں کو سنوارنے والا بنے گا۔ انشاء اللہ۔

پندت جی یہ تو آپ نے بتایا ہی نہیں کہ اس کا برج کون سا ہے
پندت۔ اس کا برج سنگھ ہے۔
نظیر۔ ”سنگھ“ یعنی ”اسد“

پندت۔ ہاں صاحب۔ برج بھی اسد ہے اور طالع بھی اسد۔
مرزا دوٹھا۔ کیوں نہ ہم اس کا نام ”اسد اللہ خان“ رکھیں۔ (غلام حسین
کی طرف مڑ کر) کیوں قبیلہ ٹھیک ہے نا۔

غلام حسین کمیدان۔ اسد اللہ غالب۔ حضرت علی شیر خدا کا بھی

لقب ہے تم اسے اسد احمد خان کہو ہم اسے مرزا نوشہ پکاریں گے۔
تمہارا خطاب مرزا دوٹھا ہے نا۔ اس مناسبت سے مرزا نوشہ
کہیں گے اور بیچے رزم کے ساتھ پھر بزم کی بھی مناسبت
رہے گی۔

نظیر۔ (بیکار) گنگنا نے لگتے ہیں۔

زر کی جو محبت تجھے تڑپائے گی بابا۔

(اس کے بعد کسی قدر بلند آواز سے)

تن سوکھا۔ کپڑی پیٹھ بھٹی گھوڑے پر زین دھر دیا

اب موت کا تھارہ باج چکا چلنے کی فکر کرو بابا

(خاموش ہو جاتے ہیں)

مرزا دوٹھا۔ ولی محمد یہ تم نے بے وقت کی راگنی کیوں چھڑی۔

نظیر۔ نہیں مرزا صاحب یہ بات نہیں۔ آپ آکر جا رہے ہیں نا۔ گھوڑے

پر زین کسی جائے گی اس لئے یاد آگیا رہا دوسرا مصرعہ تو مرزا

صاحب یہ بے وقت کی راگنی نہیں۔ یہ وقت تو سب پر آنے والا ہے

(پس منظر غمگین موسیقی)

سین دوسرا (لڑکپن)

غلام حسین کی حویلی کا دیوان خانہ ایک دس بارہ سال کا لڑکا برکا
پاجامہ کھلی آستین کا آلفی گریبان کا کرتا پہنے سر پر ممل کی گول ہلکی
ٹوپی جس پر کشیرہ کا کام ہے۔ دوسرے لڑکے کے ساتھ چوسر کھیل رہا
ہے (یہ غالب کی لڑکپن کی تصویر ہے) دوسرے لڑکے کا لباس بھی
ملتا جلتا ہے۔ صرف یا جامے کی جگہ دھوٹی اور سر پر پگڑی ہے۔ ماتھے
پر قشقہ لگا ہے۔ یہ لڑکا بلوان سنگھ ہے۔

(دونوں لڑکے چوسر کھیل رہے ہیں)

بلوان سنگھ - (نزدیں ڈال کر) واہ صاحب یہ پانسہ تو الٹا پڑا ہے۔
غالب - راجہ میاں آج آپ کا دل چوسر میں کہاں چوکے کوٹھے پر ہے۔
بلوان سنگھ - بات تو ٹھیک ہے مرزا۔ کم بخت فردوس نظر بھی ہے اور
۱۔ غالب کی مخاطبت کے انداز نئے نئے ہیں۔

رہن تن تھکین و ہوش بھی (کھیل روک کر) میں پوچھتا ہوں مرزا
 تو سب کھیل تو کھیلتا ہے۔ اس کھیل سے ابھی تک کیسے بچا رہا۔
 غالب۔ اس میں شک نہیں۔ میں دنیا کو بازیچہ اطفال سمجھتا ہوں سب
 بازیاں کھیل چکا۔ لیکن ابھی تک دلوں کی بازی نہیں کھیلی۔
 (پھر کھیل میں مصروف ہو جاتے ہیں) تھوڑی دیر بعد سر اٹھا کر
 سن۔ ابھی ابھی ایک شعر ہوا ہے۔

کچھ نہیں حاصل تعلق میں بغیر از کشمکش

اے خوشنارند کہ مرغ گلشن تجرید ہے۔

بلوان سنگھ۔ بھائی مرزا تیرے کلام میں دو تہائی فارسی ہوتی ہے۔ اب
 اس شعر کو دیکھ اس میں سے کچھ نہیں "زور" ہے چار لفظ نکال
 لے تو معلوم ہوتا ہے۔ نظیری یا صائب کا کوئی شعر ہے وہی ہمارا
 نظیر صاحب کو دیکھ چند دن پہلے ہوئی کے موقع پر والد صاحب
 کے ساتھ رائے بلا اس رائے کے ہاں جانا ہوا۔ بچوں کو پڑھاتے
 تھے میں نے شعر سنانے کی فرمائش کی تو ہوئی پر چند اشعار سنائے۔
 والشد بار ایسا سماں باندھا کہ طبیعت نہال ہو گئی۔

غالب۔ (خندہ زیر لب) راجہ تو میرے اشعار کیا سمجھے گا۔ یا شعر و
 شاعری کے چکر میں کیوں پڑتا ہے۔ مرغ بازی کر۔ پتنگ لڑا

کوٹھے کی سیر کر۔ خیر یہ بتا اس مشاعرے کا کیا بنا۔ جو تمہارے دوست نواب صاحب کے ہاں ہونے والا تھا۔ سنا ہے اس میں میر صاحب بھی شرکت کا ارادہ رکھتے ہیں۔

بلوان سنگھ۔ یار بھول ہی گیا۔ نواب صاحب کہتے تھے میر تقی میر بھی آنے والے ہیں۔ انھوں نے تجھے بھی دعوت دینے کے لئے کہا ہے۔ مجھ سے کہتے تھے تمہارے دوست کے اشعار مجھے پسند آتے ہیں۔ نو مشق ہی ہے لیکن ابھی سے اس کے کلام میں تیکھا پن ہے اس کے اشعار عام روش سے ہٹے ہوئے ہوتے ہیں۔ ایک آدھ غزل لکھ لے مگر مرزا تو بیدل کی تقلید چھوڑ دے۔ سودا کی تقلید کر۔ نظیر کا رنگ اختیار کر۔ اپنی دلی میں دیکھو درد کس پایہ کا شاعر تھا۔ واقعی یار مجھے تو میر صاحب کا کلام ہی اچھا لگتا ہے۔ ایسے محسوس ہوتا ہے شعر نہیں نشتر ہے جو سیدھا دل میں اتر جاتا ہے۔ بلکہ گھر کر جاتا ہے۔

مرزا نوشہ۔ بلوان سنگھ۔ میں تجھے نرالت باز کھلاڑی سمجھتا تھا۔ مگر معلوم ہوتا ہے تو کیسے پر سچ مچ دل دے آیا جب ہی تو میر کو پسند کرتا ہے۔ ہاں میرے نواب صاحب کے مشاعرے میں یار جائیں گے اور ضرور جائیں گے۔ غزل بھی پڑھیں گے۔ افوہ

وہ ہمارے ایرانی استاد آیا ہی چاہتے ہیں۔ چچا صاحب نے ان
حضرت کو میرے سر اچھا منڈھ دیا لیکن ظالم واقعی عالم ہے
اس کی باتوں میں دنیا و مافیہا کو بھول جاتا ہوں۔

(دستک کی آواز)

(غالب اٹھتے ہیں۔)

جواہر سنگھ۔ اچھا بھئی چل دیئے۔ کسی دن تمہیں بھی کوٹھے کی سیر کرائیں گے۔
(ایک پارسی نثران بزرگ داخل ہوتے ہیں)

(بزرگ کا لباس نووارد ایرانیوں جیسا ہے۔ سر پر ایرانی لٹری۔
پیر میں سفید انگرکھا یہ سابق ہر مزد اور حال مولوی عبدالصمد
ہیں جن سے غالب نے فارسی سیکھی۔)

غالب۔ السلام علیکم مولوی صاحب (اُٹھ کر انھیں مستند پر بٹھاتے
ہیں۔ خود سامنے دو زانو بیٹھ جاتے ہیں)

ہر مزد۔ وعلیکم السلام۔

غالب۔ کہئے مولوی صاحب آپ کو ہمارا ہندوستان پسند آیا۔
ہر مزد۔ کیوں نہیں۔ کیوں نہیں۔ ہمیں تو مابین ایران و ہندوستان
کوئی تفاوت نظر نہیں آتا۔ فارسی بھی یہاں خوب بولی اور
سمجھی جاتی ہے۔ ہمیں تو تمہارے شاعروں میں ابوالفرج رونی

مسعود سعد سلمان - امیر خسرو - ضیاء بخشی - ابو الفضل - فیضی
بیدل سب ہی پسند ہیں - صائب - کلیم - عرفی - نظیری وغیرہ
آئے تو ایران سے لیکن انھوں نے ہندوستانی رنگ خاصہ
قبول کر لیا۔

غالب - مولوی صاحب میں انھیں نہیں مانتا^۱۔ یہ تو "سپاہی فالینر"^۲
ہیں۔ ہاں امیر خسرو کی بات اور ہے۔

ہر مرزو (عبد الصمد) نہیں بر خور دار یہ بات نہیں۔ مجھے خوشی ہے کہ تم نے
فارسی ادب کا گہرا مطالعہ کیا ہے کہ ایرانی اور غیر ایرانی فارسی
کے حسن و قبح کو پرکھ سکو۔ سچ تو یہ ہے کہ تمہاری فارسی کامیاب
بہت بلند ہو گیا ہے مجھے مسرت ہے کہ میری محنت اکارت
نہیں گئی۔ تمہارے چچا نواب مرزا نصر اللہ خاں صاحب کی خواہش
میں نے پوری کی۔ کاش تمہارے والد زندہ ہوتے۔

غالب - لیکن قبلہ اپنی فارسی دانی سے عجیب محسوس میں پھنس گیا۔ میرے
دوست احباب میری فارسی دانی پر خار کھاتے ہیں۔ ان کا خیال
ہے کہ میری شاعری میں فارسیت کا غلبہ ہے۔

۱۔ ملاحظہ کیجئے پنج آہنگ

۲۔ یہ ترکیب غالب نے استعمال کی ہے۔

عید الصمد ہر مزد۔ اگر ہو بھی بُرا کیا ہے۔ تمہارے ریختہ میں اتنی جان
کہاں کہ خیال کا بوجھ سہا سکے۔ اچھا ہے تم ایک نئی طرز سخن
نکالو۔ میر تقی نے ریختہ کے چھ اقسام گنوائے ہیں تم ساتویں کا
اضافہ کرو۔

غالب۔ قبلہ میں نے سنا ہے ^۱پارسیوں کے "کیش" میں نہ تاج بیشتر ہے
بہ حسب درجات خیر و شر۔ نیکو کار۔ کم آزار اچھی صورت
پائیں گے۔ اور بدکاروں کو بُری صورت ملے گی۔ نیکو کار
آواگوں سے چھٹ جائیں گے اور کو اکب بن جائیں گے۔

ہر مزد (عید الصمد) نہیں بر خوردار۔ ایسا نہیں۔ یہ عقیدہ زندہ و ستا ہے
ماننے والوں کا ہے ہم زرتشتیوں کو اس سے سروکار نہیں۔ اور
اب تو میں تو حید پر ایمان لے آیا۔ اب زرتشتی کہاں رہا۔

غالب:- خوب یاد آیا۔ مولوی صاحب۔ سنا ہے ایک ہفتہ بعد یہاں
شاعر ہونے والا ہے آپ کے پسندیدہ شاعر میر تقی میر بھی
اپنا کلام سنانے والے ہیں۔ میرا بھی ارادہ ہے کیا آپ کا بھی
چلنے کا قصد ہے۔

^۱ یہ جملے غالب ہی کے ہیں جو انھوں نے قاطع برہان کے سلسلہ میں لکھے ہیں
ان کا تو۔
سب کہاں کچھ لالہ و گل نمایاں ہو گئیں
خاک میں کیا صورتیں ہوں گی کہ نہاں ہوئیں
اسی مفہوم پر حاوی ہے۔

ہر مزد - نہیں بر خور دار۔ مجھے ”مراختوں“ میں مرزا نہیں آتا۔ سنا ہے
 بیدل کے عرس کے موقع پر فارسی مشاعرہ ہوتا ہے اور تمام
 شعراء فارسی میں کلام سناتے ہیں۔ تم کبھی مجھے وہاں لے چلو۔
 غالب۔ بہت خوب اب ایک ماہ بعد بیدل کا عرس ہونے والا ہے
 تب آپ بھی ہمارے ساتھ تشریف لے چلیے۔ میری چچی کے بھائی
 نواب الہی بخش خان معروف کی جو بیوی دہلی میں ہے آپ ان کے
 ہاں قیام کیجئے گا۔

سین تیسرا

غلام حسین کنڈا کی جو بیوی کا زمانہ حصہ۔ (محل سرا) صاف ستھرا
 فرش بچھا ہے۔ ایک بزرگ خاتون چوکی پر تسبیح پڑھ رہی ہیں۔ ان
 سے کچھ فاصلہ پر غالب کی والدہ اور چچی بیٹھی ہوئی ہیں۔ والدہ
 جھالیہ کتر رہی ہیں۔ چچی ڈوپٹہ میں گوٹ ٹانگ رہی ہیں۔
 (غالب ادب سے آواہ بجالاتے ہیں)

بزرگ خاتون۔ ہرؤ۔ مرزا نوشہ۔ اب تو دوستوں میں گل چہرے اڑانے
 سے تمہیں اتنی نصرت بھی نہیں ملتی کہ کبھی ماں کے یا میرے پاس
 ۱۔ اس زمانے میں ریختہ کے مشاعرے کو مراختہ کہا جاتا تھا۔

آن بیٹھو۔ اس لئے ہم نے سوچا کہ تمہاری آزادی پر پابندی لگادیں۔

غالب۔ جی۔ جی کیا فرمایا آپ نے۔

پھوپھی۔ یہی کہ اب تم کسی کے پابند ہو جاؤ یعنی شادی کر لو۔

مرزا نوشہ۔ آپ میرے پیروں میں بیٹریاں ڈالنا چاہتی ہیں۔

والدہ۔ نہیں بیٹا یہ بیٹری نہیں۔ تمہارے بھٹکے ہوئے قدموں کو ایک

جادو مل جائے گا۔ مزے سے زندگی کا سفر طے کرنا۔

مرزا نوشہ۔ آپ نے کوئی لڑکی ڈھونڈ لی ہے۔

پھوپھی۔ اے ڈھونڈنے کی کیا ضرورت ہے۔ تمہاری چچی کے بھائی نواب

الہی بخش خان معروف کی لڑکی موجود ہے۔ تم نے بھی اسے دیکھا

ہے۔ مرزا یوسف کی تسمیہ خوانی پر وہ یہاں بھی آئی تھی۔

مرزا نوشہ۔ اچھا۔ اچھا۔ وہ سرخ و سفید۔ سادہ سی حوروں جیسی محصوم کچی

چرچی۔ (خوش ہو کر) ہاں ہاں وہی سوتو وہ تمہیں یاد ہے۔

مرزا نوشہ۔ یاد کیسے نہ رہتی۔ لیکن پھوپھی جان حور کا مقام تو جنت ہوتا ہے

اس اب و گل کی دنیا میں اس کا کیا کام اس کے لئے تو کوئی بیج

وقتہ نمازی شوہر ٹھیک رہے گا آپ اسے مجھ جیسے نکمے اور

نکھٹو کے گلے کیوں باندھ رہی ہیں۔

پھوپھی۔ اے لڑکے ہوش کی دوا کر۔ اس کا مقام جنت کیوں ہونے لگا۔

ہاں وہ تیرے گھر کو جنت بنادے گی۔ پھر ہونے والے خسرو بھی
تو دیکھ کس پایہ کے شاعر ہیں۔ قلعہ کے شاعروں میں ان کی شان
کی دھوم ہے۔ پشتینی رئیس ہیں۔ جانتے ہو یوہاروا اور فیروز پور
جھرکا کے پرگنے ان ہی کے ہیں۔

پیچی - اجی میاں۔ ان کی شاعری پر تو جہاں پناہ فدا ہیں۔ ان کے استاد
جگت گرو احسان بھی ان کا لوہا مانتے ہیں۔ پچھلے مشاعرے میں
انھوں نے بادشاہ سلامت کی غزل پر غزل لکھی تھی اسے کیا کہتے
ہیں بھابی غالب کی والدہ سے مخاطب ہو کر۔

غالب کی والدہ - تضمین

پیچی - ہاں ہاں وہی۔ خوب بھابی ایسے معلوم ہوتا ہے آپ کو بھی
شاعری سے لگاؤ ہے۔ جب ہی تو برخوردار نے سپاہ گری کو
چھوڑ کر شاعری کو اپنایا ہے۔

”تو یہ“، فضول باتوں میں کام کی بات تو رہی جا رہی ہے۔ میں کل
دلی جا رہی ہوں۔ بھائی جان سے ملکر دن تاریخ طے کر لوں گی۔
غالب - گنگنا تے ہوئے جاتے ہیں۔

مردہ اسے ذوق اسیری کہ نظر آتا ہے۔
دام خالی قفس مرغ گرفتار کے پاس

دوسرا ایکٹ

(جوانی)

(دہلی)

سین پہلا

نواب الہی بخش، خان معروف کا دیوان خانہ۔ معروف صدر میں
 قالین پر بیٹھے ہوئے ہیں، حقہ رکھا ہوا ہے۔ غالب تنگ مہری کا
 آڑا پا جامہ، کرتا اس پر جامہ وار کی اچکن، البیدہ کا چتر بنے ہوئے
 ہیں۔ سر پر سیاہ پوتین کی جو گوشہ لمبی ٹوپی ہے۔ ڈاڑھی گھٹی
 ہوئی۔ غالب کلھنے میں مصروف ہیں۔ سر اٹھا کر ایک کاغذ معروض
 کو پیش کرتے ہیں۔

معروف۔ پورے شجرہ کی نقل کر لی۔ بہت جلدی کی۔
 غالب۔ قبلہ۔ شجرہ خدا تک پہنچنے کا ذریعہ ہوتا ہے میں نے درمیان
 میں ایک ایک نام حذف کر دیا ہے۔ گویا ایک ایک سیرٹھی

کسی قدر اچک اچک کر چڑھنی پڑے گی۔

معروف۔ (مسکرا کر) رکھ دو میاں۔ نقل تمہارے بس کا روگ
نہیں اچھا یہ بتاؤ تمہیں دہلی آئے ہوئے چھ ماہ ہونے آئے
تم نے۔ ابھی تک قلعہ کے مشاعرہ میں شرکت نہیں کی۔
کوئی تازہ غزل کہی ہو تو بتاؤ۔ تاکہ ہم تمہیں دعوت
دلا سکیں۔ استاد ذوق اب کی بڑا زوردار قصیدہ پیش
کرنے والے ہیں۔ سنتے ہیں ایک دو غزل بھی تیار ہے۔

مرزا نوشہ۔ قبلہ مجھے تو دربار داری سے معاف ہی فرمائیں۔ پھر میں
دو غزلے سہ غزلے تو لکھتا بھی نہیں صاف بات یہ ہے
میں شاعری کرتا ہوں۔ تک بندی اور قافیہ پیمائی نہیں
آپ نے دیکھا ہو گا۔ میری اردو غزل ۱۱ اشعار سے کبھی
نہیں بڑھتی مجھ پر جب واردات گزرتی اور کیفیات
طاری ہوتی ہیں تب قلم سے جذبات اشعار کی شکل میں
ڈھلتے ہیں رہا قصیدہ۔ قصیدہ تو بندہ کا میدان بھی نہیں
اس شہب کی شہ سواری تو حضرت ذوق ہی کو مبارک ہو۔
معروف۔ برخوردار ابھی تم نے دنیا نہیں دیکھی۔ زمانہ کے سرد گرم
کو نہیں چکھا۔

غالب۔ حضور۔ دنیا قلعہ معلیٰ کی چار دیواری میں نہیں۔ دنیا انسان کے دل میں ہے۔ انسانی ذہن میں ہے میری خلوت میں مجھے وہ ہنگامے نظر آتے ہیں جو قلعہ کے ہنگاموں سے کہیں زیادہ وسیع و وسیع ہیں۔ دیکھئے ایک غزل ہوئی ہے۔
معروضہ۔ سناؤ۔

غالب :- سنا تے ہیں۔

یہ نہ تھی ہماری قسمت کہ وصال یا رہوتا
اگر اور جیتے رہتے یہی انتظار ہوتا
ترے وعدے پر جسے ہم تر بہ جان جھوٹ جانا
کہ خوشی سے مر نہ جاتے اگر اعتبار ہوتا
تری ناز کی سے جانا کہ بندھا تھا عہد بودا
تو کبھی نہ توڑ سکتا اگر استوار ہوتا
یہ کہاں کی دوستی ہے کہ بنے ہیں دوست ناصح
کوئی چارہ ساز ہوتا کوئی غمگسار ہوتا
غم اگر چہ جان گسل ہے نہ بچین کہاں کہ دل ہے
غم عشق گر نہ ہوتا غم دور گار ہوتا

کہوں کس سے میں کہ کیا ہے شبِ غم بُری بلا ہے
مجھے کیا بُرا تھا مرنے اگر ایک بار ہوتا

ہوئے مر کے ہم جو رسوا ہوئے کیوں نہ غرقِ دریا

نہ کبھی جنازہ اٹھتا نہ کہیں مزار ہوتا

غالب - کہوں کس سے میں کہ کیا ہے شبِ غم بُری بلا ہے

مجھے کیا بُرا تھا مرنے اگر ایک بار ہوتا

غالب - پھر پڑھنے لگتے ہیں۔

اسے کون دیکھ سکتا کہ یگانہ ہے وہ یکتا

جو دوئی کی بوجھ ہوئی تو کہیں دو چار ہوتا

یہ مسائلِ تصوف یہ تیرا بیان غالب

مجھے ہم ولی سمجھتے جو نہ بادہ خوار ہوتا

معروف - واہ واہ مرزا نوشہ یہ تو تم نے بہت ہی لاجواب غزل

بنائی ہے۔ ہجر کے غم کو کس انوکھے انداز میں باندھا ہے۔ مجھے

کیا بُرا تھا مرنے اگر ایک بار ہوتا۔ یعنی شبِ ہجر میں روزِ موت

کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔ خوب اس میں شک نہیں ہجر کا

مضمون بہت لوگوں نے باندھا ہے۔ خاصہ پامال مضمون

ہے مگر تم نے اس میں بڑی ندرت پیدا کر دی۔ تمہاری

لے۔ اس زمانے میں غزل بنانا محاورہ تھا۔

تمہاری فہم رسا۔ اور عظمت تخیل کا تو میں بھی قایل ہوں۔
 طریقہ بیان بھی عجیب اور انوکھا ہے خیالات میں بھی
 بلند پروازی اور شوکت ہے۔ لیکن تمہاری مشکل پسند
 طبیعت سے تمہارا کلام مقبول عوام نہیں ہو پاتا۔ میرا
 مشورہ ہے کہ تم اپنی زبان میں روانی اور صفائی پیدا کرو۔
 غالب۔ قبلہ میں روش عام کو پسند نہیں کرتا۔ ایک رباعی ہوئی ہے
 سنئے گا۔

معروف۔ ضرور

مشکل ہے از میں کلام میرا اے دل
 سن سن کے اسے ملول ہوتے ہیں جاہل
 (لفظ جاہل پر چوکنے ہو کر)

معروف۔ کیا کہا۔

غالب۔ معاف کیجئے۔ جاہل کے بجائے شاید مجھے سخنوران کا مل

۱۔ یہ رباعی غالب نے بزمانہ قیام اگرہ لکھی تھی اس میں لفظ جاہل تھا بعد ازاں
 دہلی کے قیام کے زمانہ میں اس میں ترمیم کر دی اور سخنوران کا مل بنا دیا۔
 دونوں رعایات موجود ہیں جس کا حوالہ محمد اکرام نے ”غالب نامہ“
 میں دیا ہے۔

کہنا چاہیئے۔ اب سنئے۔

مشکل ہے از بس کلام میرا لے دل
سُن سُن کے اسے سنخو راں کا مل
آسان کہنے کی کرتے ہیں فرمایش
گوئم مشکل و گر نہ گوئم مشکل

معروف۔ اب ٹھیک ہوا۔ ورنہ لوگ کیا کہتے کیا تم مولوی فصل حق خیر آباد
کو جاہل کہو گے۔ حکیم آغا جان عیش کو جاہل کہو گے۔ استاد نے
بھی تمہاری مشکل پسندی پر اعتراض کیا ہے۔

غالب۔ اس لئے تو میں نے سخن و راں کا مل بنا دیا۔

معروف۔ ایک نئی زمین نکالی ہے تم بھی طبع آزمائی کرو۔

غالب۔ فرمائیے۔

معروف۔ شراب تو دے۔

غالب۔ (بھوڑی دیر کچھ سوچتے ہیں) اس کے بعد سنئے۔

پلا دے ادک سے سہائی جو ہم سے نفرت ہے

پیالہ گر نہیں دیتا نہ دے، شراب تو دے

وہ آ کے خواب میں تسکین اضطرار تو دے

ولے مجھے تیش دل مجال خواب تو دے

کرے ہے قتل لگاؤٹ میں تیرا رو دینا
 تیری طرح کوئی تیغ نگہ کو آب تو دے
 اسد خوشی سے میرے ہاتھ پاؤں پھول گئے
 کہا جو اس نے ذرا میرے پاؤں داب تو دے
 معروف۔ خوب۔ خوب۔ بھئی مرزا نوشہ ہم تمہاری استاد کی کالیہا
 مان گئے ہم خوش قسمت ہیں کہ ہمیں اس پایہ کا سخن سنیج داماد
 ملا۔ تم اب کی بار مشاعرے میں ضرور چلنا میں خاص طور
 سے جہاں پناہ کو کہہ کر تمہیں دعوت نامہ بھیجاؤں گا۔
 غالب۔ کیا حکیم مومن خان بھی آئیں گے۔
 معروف۔ وہ قلعہ کے مشاعروں میں آئے تو ہیں لیکن اپنے کو لئے
 دیئے رہتے ہیں۔ ان کا بھروسہ نہیں۔ دل میں آیا تو چلے آئیں گے۔
 غالب۔ پھر بندہ وہاں نہیں جائے گا۔
 معروف۔ کس لئے۔ حکیم کی شاعری تو ہمیں بھی پسند ہے۔
 غالب۔ نہیں قبلہ بات یہ ہے کہ اگر دہلی میں کسی کو اپنا مد مقابل سمجھتا
 ہوں تو وہی ہے۔ وہ ظالم میرا طرز لے اڑتا ہے اگرچہ صرف
 ۱۔ غالب کے اکثر سوانح نگاروں نے لکھا ہے کہ جس مشاعرے میں مومن
 جاتے تھے غالب شریک نہیں ہوتے تھے۔ صرف ایک مشاعرے میں
 شرکت کی تھی۔

حسن و عشق کی واردات کو چٹخارہ لے کر بیان کرتا ہے لیکن اس میں اثر ہے۔ دیکھئے کس غضب کا شعر ہے۔ کاش مومن میرا پورا کلام لے لیتا۔ اور اس کے عوض یہ ایک شعر مجھے دے دیتا۔

تم میرے پاس ہوتے ہو گویا ؛ جب کوئی دوسرا نہیں ہوتا معروف۔ یہ غزل بہت اچھی ہے خصوصاً یہ شعر۔

کس طرح یار کو لکھوں نامہ ؛ ہاتھ دل سے جدا نہیں ہوتا غالب۔ (داد دینے کے انداز میں سر ہلاتے ہیں)

معروف۔ آج احمد بخش نے فریئر صاحب کو چائے پر بلایا ہے انتظام دیکھ لوں۔ تم شام میں گھر ہی پر رہو گے نا۔

غالب۔ جی کہہ نہیں سکتا۔ ایک دوست نے بلایا ہے۔

معروف۔ دیکھو بر خور وار۔ اب تم گھر گرہستی والے ذمہ دار آدمی بن گئے ہو۔ اب یہ فضول مشغلے ترک کر دو۔ ہم جانتے ہیں تم کہاں جاؤ گے۔ مغل جان کے کوٹھے پر محفل جمے گی۔ سنا ہے وہ اگرہ سے آئی ہوئی ہے۔ یاد رکھو مرزا نوشہ میری بیٹی بہت حسد ہے اس کے دل کو کوئی صدمہ نہ پہنچے۔

۱ خط بنام حاتم علی بیگ مہر اس خط سے یہ نام معلوم ہوا۔ غالب نے یہ بھی لکھا ہے کہ اس سے پہروں اختلاط رہتا تھا۔

غالب۔ یہ کیا فرما رہے ہیں قیلہ۔ بندہ تو مصری کی مکھی بنا چاہتا ہے۔
 شہد کی مکھی نہیں۔ دو گھڑی ہنسی بول لینے سے آپ کی
 صاحبزادی کا کیا بگڑتا ہے۔ بات یہ ہے کہ مجھے چچا احمد بخش
 صاحب کے صاحبزادے نواب شمس الدین خان پسند نہیں۔
 میں تو چاہتا ہوں آپ کی صاحبزادی بھی آئینہ نواب شمس الدین خان
 کے گھر والوں سے میل جول نہ رکھے مانا کہ قریبی رشتہ ہے اس
 سے کیا ہوتا ہے۔

معروف۔ ہاں مجھے بھی شمس الدین خان کے طور طریقے پسند نہیں۔ احمد بخش
 نے غلطی کی جو شمس الدین خان کو اپنا وارث قرار دیا۔ اس سے
 تو بہتر ہوتا وہ ضیاء الدین خان یا امین الدین خان میں سے کسی
 کو اپنا جانشین چنتے۔

غالب۔ قیلہ۔ آئینہ ہفتہ بیدل کے عرس کے موقع پر فارسی مشاعرہ
 ہو گا۔ اجازت ہو تو ہم دونوں میں اور آپ کی صاحبزادی عرس
 میں ہو آئیں آپ کے کام کا خاص ہرج نہ ہوتا ہو تو آپ
 بھی چلے چلیں۔

معروف۔ نہیں میاں مجھے تو معاف ہی کرو۔ ہاں تم دونوں ہو آؤ۔

سین دوسرا

نواب الہی بخش خان معروف کی حویلی کی محل سرا (زنان خانہ)
(ایک حسین و جمیل لڑکی آئینے کے سامنے سنگھار کرتی بیٹھی ہے)
دستک کی آواز

غالب۔ میں آسکتا ہوں۔

بیگم۔ آئیے۔ آجائیے۔

غالب۔ واہ بیگم واہ۔ آج تو غضب کا نکھار ہے۔

دشمنہ غمزہ جانتاں ناوک ناز بے پناہ

تیرا ہی عکس رخ سہی سامنے تیرے آئے کیوں

(بیگم شرما کر ڈپٹے سے منہ چھپا لیتی ہیں)

غالب۔ آئینہ ہٹاتے ہوئے۔

جب وہ جمالِ دل فروز صورت مہر نیم روز

آپ ہی تو ہو نظارہ سوز پردے میں منہ چھپائے کیوں

بیگم۔ یہ آپ دستک دے کر کمرے کے اندر کیوں آتے ہیں؟

غالب۔ اس لئے کہ آپ ٹھہریں پنج وقتہ نمازی اور بندہ گناہ کا سیاہ کار

دستک اس لئے دیتا ہوں کہ آپ کے نماز و طیفے میں خلل نہ ہو

اور آپ کے نیکی کے فرشتے میری چاپ سُن کر چلے جائیں۔

پھر

واں وہ غرورِ عز و نازِ یاں یہ حجابِ پاس وضع
راہ میں ہم ملیں کہاں بزم میں وہ بلائے کیوں
بیگم - واہ مجھے بھی کوئی چنا جان منا جان سمجھ لیا ہے جو راہ میں
منے کہہ رہے ہو۔

غالب - ارے بیگم وہ چنا جان منا جان تو انسان ہیں مجھے جیسے - آپ
کی کیا بات ہے آپ تو "حور میں حور" ان پیو فاول سے
آپ کا کیا مقابلہ۔

بیگم - شاید آپ نے ان ہی کے لئے لکھا ہے تحت اللفظ پڑھتی ہیں۔

ہاں وہ نہیں خدا پرست جاؤ وہ بے وفا صہی
جس کو ہو دین و دل عزیر اس کی لگی میں جاؤ کیوں

غالب - خوب بھئی! اب تو تم سخن فہم بھی بن گئیں ماشاء اللہ کچھ ہی
دن میں سخن ور بھی بن جاؤ گی۔

بیگم - خدا کی مار اس سخن وری پر، میں تو کبھی نہیں بنو گی۔

آپ نے کیا پھل پایا جو مجھے مشورہ دے رہے ہیں ایک قصیدہ
تک تو نہیں لکھا کہ کچھ انعام اکرام ملتا۔ وہی لکھئے۔

ابا حضور کے استاد کوئی معمولی آدمی کے لڑکے ہیں لیکن شاعر
کی بدولت کتنے بڑے آدمی بن گئے بس آپ تو اپنی جاگیر کے
گھنٹہ میں گمن ہیں۔

غالب۔ تو بہ بیگم تم بھی لوگوں کی مناسنی اس طرح کی باتیں کرتے لگی
ہو۔ میں حقیقی شاعر ہوں۔ شعر فروش نہیں ہوں

سو پشت سے ہے پیشہ آبا سپہ گری

کچھ شاعری ذریعہ عزت نہیں مجھے

یہ سنگھار ہو بھی چکے گا یا نہیں

مجھے تو گھائل کر دیا آپ کے گھائل کر نیکی ارادہ

بیگم۔ پھر وہی دل لگی میں کہتی ہوں آپ نے مجھے بھی کوئی ہرجائی
طوائف سمجھ لیا ہے۔

غالب۔ ہرجائی ہوں تمہارے دشمن۔ تم تو حور ہو۔ اصل میں قدرت

نے تمہیں اس دنیا میں میرا ساتھی بنا کر تم پر بھی ظلم کیا اور

مجھ پر بھی، جنت میں تم مجھے حور کی شکل میں ملتیں تو اچھا ہوتا۔

بیگم۔ دور پار یہ کیسی بری فال منہ سے نکالتے ہیں آپ جنت تو
مرنے کے بعد ملتی ہے۔

غالب۔ ارے بھائی ہم تو آپ کی جنت کے قاین نہیں ہیں۔

ہم کو معلوم ہے جنت کی حقیقت لیکن

دل کے بہلانے کو غالب یہ خیال اچھا ہے

بیگم - تو یہ کیا کفر بک رہے ہو۔

غالب - سنتے ہیں جو بہشت کی تعریف سب درست لیکن خدا کرے
وہ تیری جلوہ گاہ ہو۔

بیگم - بس بھی کیجئے بہت ہو گیا ٹھوٹل۔ اچھا اب عرس میں چلنے
کے ارادے ہیں یا نہیں۔ اور سنئے۔

غالب - فرمائیے آپ کہیں اور میں نہ سنوں۔

بیگم - وہ میری ایک سہیلی ہیں۔

غالب - کہئے میں آپ کی سہیلی کی کیا خدمت کر سکتا ہوں۔

بیگم - پھر وہی مذاق میرا خیال ہے آپ کو حیوان ناطق کی بجائے

حیوان طریف کہا جائے تو مناسب رہے گا۔ ہاں میں کہہ

رہی تھی وہ ہمارے ساتھ چلنا چاہتی ہیں وہ آپ کی شاعری

کی بڑی مداح ہے۔

غالب - افوہ۔ یہ لالچ تو آپ نے خوب دیا آپ سمجھتی ہیں اس بیان

سے میں خوش ہو جاؤں گا۔ آپ کی سہیلی آپ ہی جیسی

فہم و فراست کی مالک ہوں گی بھلا غالب کا کلام یہ آپ

کی صنف سمجھیں گی۔ محترمہ — میرا کلام سمجھنے عرفی نظری
صائب کی روح کو دعوت دیجئے۔ بیدل قبلہ کو قبر سے باہر
آنے کی زحمت دیجئے۔ ہوں۔ یہ منہ اور مسور کی دال۔
(رک کر) اچھا ان کا کچھ اتنا پتہ تو بتائیے۔ کہیں یہ حکیم مومن جان
کی مرضیہ امتہ الفاظہ تو نہیں؟

بیگم۔ (آواز دبا کر) وہ مغل جان ہیں نا اگر وہ والی انھوں نے ایک
غریب لڑکی کو گود لے لیا تھا اسے لکھایا پڑھایا موسیقی کی تعلیم
دی۔ وہ اسے اپنے جیسا کوٹھے پر بٹھانا نہیں چاہتیں بلکہ
کسی شریف آدمی سے اس کا عقد کرنا چاہتی ہیں۔ پچھلے
ہفتہ چچا جان کے ہاں کی دعوت میں وہ مغل جان کے ساتھ
آئی تھی۔ مغل جان تو باہر بیٹھی رہی۔ اس لڑکی کو انھوں نے
ہم لوگوں کے پاس زنان خانہ میں بھجوا دیا تب ہی سے وہ
میری سہیلی بن گئی۔ جب اسے معلوم ہوا کہ میں آپ کی بیوی
ہوں تو وہ اور بھی خلوص سے ملنے لگی۔ اسے آپ کے بہت سے
اشعار یاد ہیں اور ظالم نے کلا تو اس غضب کا پایا ہے کہ بیٹا
سے باہر لیکن وہ جمعوں میں نہیں آتی سنا ہے مغل جان اسے مردانہ
محفلوں میں جانے نہیں دیتیں زنانہ کی خاص خاص محفلوں

میں گاتی ہے۔

غالب - اچاہ - یہ سلسلے میں اب طوائف زادیوں سے گاڑھی چھنے لگی۔
ہمارا گانا آپ کے ابا حضور کو پسند نہیں صاحبزادی کے یہ
لچھن دیکھ پاویں تو۔

بیگم - آپ بھی غضب کرتے ہیں کہیں ابا جان سے اس کا ذکر نہ کیجئے گا۔
میں نے تو صرف آپ کے سامنے تذکرہ کیا۔ یہاں یہ کہنا بھول ہی
گئی اسے آپ کی لکھی ہوئی بہت سی غزلیں یاد ہیں۔ ایک غزل
ہمیں سنائی مجھے تو پتہ بھی نہ تھا۔ آپ کا تخلص غالب آیات
میں سمجھی کہ یہ آپ کی لکھی ہوئی ہے۔

غالب - تم بتا سکتی ہو۔ کونسی غزل تھی؟
بیگم - مجھے ٹھیک سے یاد نہیں آخر میں اپنا آتا ہے۔
غالب - اچھا یہ ... تو نہیں۔

ذکر اس ہری ویش کا اور پھر بیان اپنا بن گیا رقیب آخر تھا جو رانہ دان اپنا
بیگم - یاں - یہی۔

غالب - ارے بھئی پھر ملاؤ نا ان سے پردہ تو وہ کلہے کو کرتی ہو گی۔
بیگم - جی نہیں وہ کھلے بندوں کسی کے سامنے نہیں نکلتی ممکن ہے
آپ کے سامنے آجائے۔ وہ یہی ہے، میں بلا لاتی ہوں۔ وہ
ہمارے ساتھ بیدل کے عرس میں چلنا چاہتی ہے۔ تاکہ آپ کا

فارسی کلام سن سکے۔
 غالب۔ کیا وہ فارسی بھی سمجھتی ہے۔
 بیگم۔ جی ہاں مغل جان نے اسے محمد معظم سے تعلیم دلوائی ہے وہی
 جو آپ کے بھی استاد رہ چکے ہیں۔

(بیگم چلی جاتی ہیں)

غالب۔ (ٹہلٹے ہوئے گنگناتے ہیں)

شب کہ وہ مجلس فروز خلوت ناموس تھا
 رشتہ بر شمع خار کسوت فانوس تھا
 مرقد عاشق سے کوسوں تک جو اگتی ہے جہنا
 کس قدر یارب ہلاک حسرت پابوس تھا
 حاصل الفت نہ دیکھا جز شکست آرزو
 دل بہ دل پیوستہ گویا اک لب افسوس تھا
 کیا کہوں بیماری غم کی فراغت کا بیان
 جو کہ کھایا خون دل بے منت کیموس تھا
 (چھن چھن کی آواز)

بیگم۔ آ بھی جاؤ۔

سامنے ایک بہی جمال لڑکی آن کھڑی ہوئی ہے غالب گھبرا

جاتے ہیں پھر لبوں پر تبسم آ جاتا ہے۔

لڑکی۔ تسلیمات۔

غالب۔ تسلیمات۔ کورنش۔ آداب۔

ہائیں آپ تو کوئی جواب ہی نہیں دیتیں۔ بس نظر کے سامنے ایک بجلی کو ندگئی (بیگم سے مخاطب ہو کر)۔

بیگم میں نے غالباً اس موقع کے لئے لکھا تھا۔
بجلی ایک کو ندگئی آنکھوں کے آگے تو کیا

بات کرتے کہ میں لب تشنہ تقریر بھی تھا

بیگم۔ اے لیجئے پھر آپ شعر و شاعری کرنے لگے۔ بس ہو چکا عمر میں
میں جانا۔ چلئے بھی دیر ہوئی جاتی ہے۔

غالب۔ چلئے چلئے بسم اللہ۔ لڑکی کی طرف دیکھتے ہوئے شوخی سے

مجھ سے کہا جو یار نے جاتے ہیں ہوش کس طرح
دیکھ کے میری بے خودی چلنے لگی ہوا کریوں

بیگم۔ (پچھے ہٹ کر) کچھ کہا آپ نے۔

غالب۔ میں مشاعرہ میں جو غزل پڑھنے والا ہوں اس کو دہرا رہا تھا۔

لڑکی۔ تو یوں کہئے آج آپ مشاعرہ میں اپنا اردو کلام سنانے والے ہیں۔

غالب۔ سمجھے یہ۔ اب لوگ اردو فارسی کا بھی فرق سمجھنے لگیں۔ محترمہ

میری اُردو اُردو کہاں دو تہائی فارسی ہے۔

چلئے بہت دیر ہو گئی۔

ڈراپ سین

پس منظر عرس کی چہل پہل

پس پردہ فارسی قوالی - غالب کی فارسی غزل آہنگ
کے ساتھ۔

فارسی غزل

دل برد و حق آن است کہ دلیر نتوان گفت

بے داد تو اں دید و ستماگر نتوان گفت

در رزم گہش بادہ و ساغر نتوان گفت

رخشنده کی ساعد و گردن نتوان گفت

پیوستہ دید بادہ و ساقی نتوان خواند

ہموارہ تراشد بیت و آذر نتوان گفت

کاسے عجیب افتاد بدیں شیفتہ مارا

مومن نہ بود غالب و کافر نتوان گفت

سین تیسرا

(مرزا غالب کا دیوان خانہ - مرزا کھوئے ہوئے انداز میں بیٹھے ہیں اُن کے دوست فضل حق خجہ آبادی داخل ہوئے ہیں) فضل حق - کیوں مرزا نوشہ کچھ کھوئے ہوئے سے نظر آتے ہو کیا بات ہے۔ غالب - مولوی صاحب نہ پوچھئے۔

ہے کچھ ایسی ہی بات جو چپ ہوں

ورنہ کیا بات کر نہیں آتی۔

فضل حق - کیوں خیریت تو ہے کیا بات ہوئی۔ پنشن کا معاملہ تو طے ہو گیا تو اب احمد بخش خان کے حصہ داروں میں تمہارا بھی نام ہے۔ ساڑھے سات سو سالانہ کی پنشن ملا کرے گی۔

غالب - یہ بات نہیں مولوی صاحب طبیعت میں عجیب سی وحشت ہے۔ جی چاہتا ہے گھر بار چھوڑ کر کہیں دور چلا جاؤں۔ جہاں ہم سخن کوئی نہ ہو اور ہم زبان کوئی نہ ہو۔ معلوم ہوتا ہے سینہ میں ایک آگ لگی ہے۔ جو نہ لگائے لگتی ہے نہ بجھائے بنتی۔

فضل حق - ارے بھئی ہم تم سے تمہارا تازہ کلام سننے آئے تھے۔ پچھلے ماہ قلعہ

کے مشاعرہ کو تم نے لوٹ لیا۔ غضب کی غزل کہی ہے۔ مرزا ہم
مانتے ہیں تمہاری استاد کی کو، تم طرزِ بیدل سے بھی نکل رہے
ہو۔ کیا غزل تھی واہ صاحب میں تو دیر تک سر دھنتا رہا۔
(پڑھتے ہیں) ۷

کسی کو دے کے دل کوئی نو اسخ فغاں کیوں ہو
نہ ہو جب دل ہی سینے میں تو پھر منہ میں زباں کیوں ہو
اور کیا۔

وہ اپنی خونہ چھوڑیں گے ہم اپنی وضع کیوں بدلیں
سبک سر بن کے کیا پوچھیں کہ ہم سے سر گراں کیوں تھو
خصوصاً ان دو شعروں پر تو میں پھر ٹک گیا۔
وفا کیسی کہاں کا عشق جب سر پھوڑنا ٹھہرا
تو پھر اے سنگ دل تیرا بھی سنگ آساں کیوں ہو
اور

قفس میں مجھ سے روادِ چین کہتے نہ ڈر ہم دم
گری ہے جس پہ کل بجلی وہ میرا اشیاء کیوں ہو
بادشاہ سلامت کے تیور بنا رہے تھے کہ ان کو یہ شعر
قفس میں مجھ سے روادِ چین کہتے نہ ڈر ہم دم۔ بہت پسند آیا۔

ہے بھی حقیقت۔ مغلیہ سلطنت کا دم خم ختم ہو گیا اب تو برائے نام
بادشاہت ہے۔ پھر بھی یہ باور کرنے جی نہیں چاہتا کہ۔

گری ہے جس پہ کل بجلی وہ میرا آتیاں کیوں ہو
غالب۔ شکریہ۔ آپ ہی کے ایما سے تو میں تے سہل نگاری یا یوں کہئے
سہل از نگاری شریعت کی ہے۔ پہلے تلاش مضمون میں سرکھپا تھا
اب معلوم ہوتا ہے جذبات الفاظ کا جامہ پہن کر باہر آرہے ہیں۔
ایک غزل اور بنائی ہے سنئے گا۔

فضل حق۔ کیوں نہیں۔

غالب۔ سنئے۔ (سنانے کے انداز میں)

کبھی نیکی بھی اس کے جی میں گرا جائے ہے مجھ سے
جفا نہیں کر کے اپنی یاد شرم جائے ہے مجھ سے
خدا یا جذبہ دل کی مگر تاثیر الہی ہے
کہ جتنا کھینچتا ہوں اور کھینچتا جائے ہے مجھ سے
وہ بد خو اور میری داستان عشق طو لانی
عبارت مختصر قاصد بھی گھبرا جائے ہے مجھ سے
ادھر وہ بد گمانی ہے ادھر یہ ناتوانی ہے
نہ پوچھا جائے ہے اس سے نہ بولا جائے مجھ سے

تکلف برطرف نظارگی میں ہی سہی لیکن
 وہ دیکھا جائے کب یہ ظلم دیکھا جائے ہے مجھ سے
 قیامت ہے کہ ہووے مدعی کا ہم سفر غالب
 وہ کافر جو خدا کو بھی نہ سونپا جائے ہے مجھ سے
 (اس اثنادین کبھی سرکے اشارے سے کبھی واہ واہ کہہ کر
 فضل حق داد دیتے ہیں)۔

فضل حق۔ کیا کلام ہے۔ بھلیاں بھری ہوئی ہیں۔ اچھا بھٹی چل رہے۔
 یار زندہ صحبت باقی۔

(فضل حق چلے جاتے ہیں غالب اضطراب میں ٹہلتے رہتے
 ہیں۔ دروازہ پر آہٹ ہوتی ہے۔ بیگم داخل ہوتی ہیں)

بیگم۔ نصیب دشمنان مزاج کیسا ہے۔ آج آپ زنان خانے میں
 نہیں آئے۔

غالب۔ آؤ بیگم آؤ۔ خوب وقت آئے تم اس عاشق بیمار کے پاس
 بیگم۔ میں پوچھتی ہوں آپ کو کبھی اس شعر و شاعری کے مشعلے سے
 نجات بھی ملے گی یا نہیں۔ اب تو مجھ نگوڑی سے بھی باتیں شاعری
 میں ہوتے لگیں۔

غالب۔ واہ بیگم تم تو میری شاعری کی جان ہو۔ تم سے نہیں تو

کسی اور نگوڑی سے باتیں کروں۔ سنو اس وقت میری طبیعت
بہت پریشان ہے کوئی ایسی تدبیر کرو کہ طبیعت بہل جائے
ورنہ جانتی ہو میں کیا کروں گا۔ داروغہ کو بلوا کر ابھی دن ہی
میں دو۔۔۔۔۔ جا۔۔۔۔۔ جام

بیگم۔ کیا کہا۔ اب دن میں بھی شراب پینی چاہتے ہو میں کہے دیتی
ہوں یہ باتیں ٹھیک نہیں۔ ابا جان مرحوم کے بعد تو آپ
بہت ہی کھل کھیلے ہیں۔ ہاں میں یہ بتانے آئی تھی کہ میں یہ
کرایہ کا مکان دیکھ آئی مجھے تو پسند نہیں۔

غالب۔ کیوں۔ پسند کیوں نہیں۔

بیگم۔ سنتی ہوں اس میں بللے۔

غالب۔ تو یہ کیجئے بیگم۔ بھلا آپ سے بھی بڑھ کر کوئی بلا ہو سکتی ہے۔
فکر نہ کیجئے جب آپ جا کر رہنے لگیں گی وہ بلا خود بخود بھاگ
جائے گی ایک بلا کے سامنے دوسری بلا نہیں رہ سکتی۔ بھلا
کہیں ایک مہیاں میں دو تلواریں سہا سکتی ہیں۔

بیگم۔ پھر اول ٹول شروع ہو گئی۔ دوسری اطلاع یہ دینے آئی
تھی کہ وہ میری دوست آئی ہے۔

۱۔ لطیفہ یادگار غالب۔

غالب۔ آپ کی دوست ہو یا دشمن مجھ سے مطلب۔
 بیگم۔ آپ ہی تو کہتے تھے کبھی وہ آئے تو آپ کو اطلاع دوں۔ ابھی
 آپ نے کہا طبیعت گھبراہی ہے میں نے سوچا اس سے آپ
 کی کوئی غزل گوا کر سنیں گے۔ وگھر ٹھی طبیعت بہل جائے گی۔
 وہ اپنے ساتھ ستار بھی اٹھا لائی ہے۔ کہئے تو بلا لوں۔
 غالب۔ طبیعت مکر ہے۔ خیر تمہاری خواہش ہے تو بلا لو ہم نے
 ایک نئی غزل بنائی ہے۔ تمہاری سہیلی سے گوا کر سنیں گے۔
 بیگم۔ وفادار۔ اے وفادار۔ ذرا ان بیگم صاحبہ کو یہاں بلا لاؤ۔
 ہاں ان کے ساتھ جو سامان ہے وہ بھی لیتی آنا۔
 (وفادار جا کر لڑکی کو ساتھ لاتی ہے)

لڑکی۔ بزدلی تسلیم بجا لاتی ہے۔
 غالب۔ تسلیمات کہئے کیسے زحمت کی، شعر تو بیگم کے لئے لکھا ہے۔ خیر
 آپ ان کی سہیلی ہیں نا آپ کی نذر کرتا ہوں (شرارت سے
 ہنستے ہوئے)۔

-
- ۱۔ اس زمانے میں غزل لکھنا نہیں ”غزل بنانا محاورہ تھا۔“
 - ۲۔ ”وفادار“ غالب کی ملازمہ کا نام۔ ملاحظہ کیجئے
 ”یادگار غالب“۔

سر پر سے آنچل ہٹا کر سنئے۔
 مند گئیں کھولتے ہی کھولتے آنکھیں غالب
 خوب وقت آئے تم اس عاشق بیمار کے پاس
 لڑکی - کیا -

غالب - ہر ایک بات پہ کہتے ہو تم کہ تو کیا ہے
 تم ہی کہو کہ یہ انداز گفتگو کیا ہے
 بیگم - تو یہ یہ آپ کو ہو کیا گیا ہے - بس شاعری میں باتیں کئے چلے
 جا رہے ہیں -

غالب - دیکھا بھئی تم نے ہماری بیگم صاحبہ کو - ہم نے ان ہی کے لئے
 تو کہا ہے -

بلائے جان ہے غالب اس کی ہر بات
 عبارت کیا - اشارت کیا - ادا کیا
 (لڑکی ہنستی ہے)

غالب - میں پوچھتا ہوں یہ غنچہ ناشگفتہ وا ہو گا یا نہیں -
 بیگم - لو اب شاعری چھوڑ کر فارسی میں گفتگو کرنے لگے - آپ سیدھی
 سادھی اردو میں باتیں کیوں نہیں کرتے - اچھا نکالئے - آپ کی
 غزل آج ان سے سنیں گے - بھئی سادہ واک زمانہ سے ان کا

اصرار ہے کہ ان کی غزل تم گاکر سناؤ۔

غالب - ان سے کیوں پوچھتی ہو۔ مجھ سے پوچھو..... پو
(کاغذ ہاتھ بڑھا کر دیتے ہیں۔)

لڑکی - پہلے تحت اللفظ پڑھتی ہے۔ پھر ساز ٹھیک کر کے گاتی ہے۔

نکتہ چیں ہے غم دل اس کو سنائے نہ بنے

کیا بنے بات جہاں بات بنائے نہ بنے

میں بلا تاتوں اس کو مگر اے جذبہ دل

اس پہ بن آئے کچھ ایسی کہ بن آئے نہ بنے

کھیل سمجھا ہے کہیں چھوڑ نہ دے بھول نہ جائے

کاش یوں ہی ہو کہ بن میرے ستائے نہ بنے

اس نزاکت کا برا ہو وہ بھلے ہیں تو کیا

ہاتھ آئیں تو انھیں ہاتھ لگائے نہ بنے

موت کی راہ نہ دیکھوں کہ بن آئے نہ رہے

تم کو چاہوں۔ کہ نہ آؤ تو بلائے نہ بنے

بوجھ وہ سر سے گرا ہے کہ اٹھائے نہ اٹھے

کام وہ آن پڑا ہے کہ بنائے نہ بنے

عشق پر زور نہیں ہے یہ وہ آتش غالب

کہ لگائے نہ لگے اور بجھائے نہ بنے

(لڑکی کے گانے سے سماں بندہ جاتا ہے۔ غالب مضطرب
 نظر آتے ہیں اس اثنا میں کبھی ٹہلتے ہیں کبھی تکیہ سینہ سے
 لگا لیتے ہیں بیگم چھالیہ کاٹنے میں مصروف رہتی ہیں)
 غالب۔ واہ جناب واہ۔

ساتی یہ جلوہ دشمن ایماں و آگہی
 مضطرب یہ نغمہ رہزن تکبیر و ہوش ہے
 سچ ہے صاحب سچ۔

تماشا گئے گلشن تمنا گئے چیدن
 بہار آفرینا گنتہ گار ہیں ہر دم
 لڑکی سے مخاطب ہو کر۔ ارے بھئی اس غزل کے متعلق آپ
 بھی تو کچھ کہیے۔

کچھ نہ کہیے تو دشنام ہی سہی
 آخر زبان تو رکھتے ہو گورد ہاں نہیں
 بیگم۔ سنو تو وہ کیا کہہ رہے ہیں۔

لڑکی۔ آپ جیسے عظیم شاعر کے سامنے میرزا بان نہیں کھلتی۔ میں تو
 اسے شاعری نہیں ”ساحری“ سمجھتی ہوں (یکایک) مرزا صاحب
 آپ نے کبھی کسی کے لئے مرثیہ بھی لکھا ہے۔

غالب - (شرارت سے بیگم کی طرف دیکھتے ہوئے) اس کی ابھی تک
نوبت ہی نہیں آئی - اور نہ آنے کی توقع ہے۔

بیگم - ٹھیک ہی تو کہتی ہیں یہ - مرثیے لکھو تو نجات کی راہ مل جا
گی - سنا ہے جو آنکھ "غم حسین" میں تر ہو جائے اس پر دوزخ
کی آگ حرام ہے۔

(لڑکی اور غالب مسکراتے ہیں)
لڑکی - بہت دیر ہو گئی - اماں انتظار کر رہی ہوں گی - بندی اجازت
چاہتی ہے۔

غالب - اتنی جلدی -
بیگم - (ملازمہ کو آواز دیتی ہیں) وفادار - کہا روں سے کہو پیس
لے آئیں۔

غالب - کیا خدا حافظ کہنے کی ضرورت ہے - میں تو اپنی امانت خدا
کو بھی سونپتے ہوئے ڈرتا ہوں۔

بیگم - یہ آپ کی امانت کب سے ہو گئی؟
غالب - چلو میری نہ سہی تمہاری سہی بیگم مجھ میں اور تم میں کوئی فرق ہے۔

اصل شہود و شاہد و مشہود ایک ہے
حیران ہوں پھر مشاہدہ ہے کس حساب میں

(لڑکی چلی جاتی ہے)

غالب۔ شکریہ بیگم اس وقت طبیعت بہت گھبرا رہی تھی تمہاری
اس سہیلی کی آمد سے تھوڑی دیر کے لئے طبیعت بہل گئی۔

مگر یہ لڑکی مجھے مریض نظر آتی ہے میں تو کہنا چاہتا تھا۔

”ہو کے عاشق وہ پری رو اور نازک بن گیا

دنگ کھلتا جائے ہے جتنا کہ اڑنا جائے ہے“

تمہارے ڈر سے چپکا ہو رہا۔ اس سے کہو حکیم موہن خان موہن

سے رجوع ہو جائے۔

بیگم۔ مغل جان کہنتی تھیں انھوں نے بھی یہی مشورہ دیا تھا سنا ہے

یہ دن بھر کمرے میں منہ اوندھائے پڑی رہتی ہے۔ نہ ہنسنا

نہ بولنا۔ مغل جان اس کی صحت کی طرف سے بہت متفکر

رہتی ہیں۔

غالب۔ (اپنے آپ)

پاؤں اس چار گرہ کیڑے کی قسمت غالب

جس کی قسمت میں ہو عاشق کا گریباں ہونا

سین چوتھا

(غالب کی محل سرا - دیوان خانہ - غالب سیاہ اچکن میں
 کھوئے کھوئے بیٹھے ہیں - سر کے بال پریشان ہیں - سامنے
 صراحی اور گلاس رکھا ہوا ہے - صراحی سے جام میں شراب
 اندیلنا چاہتے ہیں - ان کا ملازم کلیان سامنے آکر ان کے
 ہاتھ سے صراحی لینی چاہتا ہے - "(کلیان کی طرف دیکھ کر)
 غالب - میاں کلیاں - اب تم بھی میری شراب نوشی کے مانع ہونے لگے۔
 امان مئے سے غرض نشاط ہے کس روسیاء کو
 ایک گونہ بے خودی مجھے دن رات چاہیے
 کلیان - بیگم صاحبہ مغل جان کے گھر سے لوٹیں یا نہیں؟
 (آپ ہی آپ)

تاب لاتے ہی بنے گی غالب

واقعہ سخت ہے اور جان غریب

ٹہلنے لگتے ہیں۔)

جوئے خون آنکھوں سے بہنے دو کہ ہے شام فراق
 میں یہ سمجھوں گا کہ شمعیں دو فروزاں ہو گئیں

(دستک کی آواز)

کلیان - کون ہے۔

منشی نبی بخش حقیر - مرزا صاحب سے کہو حقیر آیا ہے۔
غالب - آ جاؤ منشی آ جاؤ۔

(منشی نبی بخش داخل ہوتے ہیں۔ منشی صاحب کا لباس اس زمانے کے متوسط آدمی کا سا ہے۔ چغہ تر کی ٹوپی۔ تنگ مہری کا پاجامہ ہاتھ میں چاندی کی مسٹھ والا عصا۔

(منشی حیرانی سے غالب کو دیکھتے ہیں)

منشی نبی بخش - حضور۔ یہ پریشان حالی کس لئے۔ کیا بات ہے۔
غالب - منشی میں زندگی کو بازیچہ اطفال سمجھتا تھا۔ آج مجھے معلوم ہوا غم کیا ہے۔ سچ تو یہ ہے جب تک "دم" ہے تب تک "عسم" ہے۔

قید حیات و بند غم اصل میں دونوں ایک ہیں
موت سے پہلے آدمی غم سے نجات پائے کیوں
منشی موت کتنی بھیانک شے ہے۔ جو سب نشے کا فور کر دیتی ہے۔
پھول کھلنے سے پہلے آخر کیوں مرجھاتے ہیں۔ ہیں عشق کو خلل
دماغ سمجھتا تھا۔ آہ۔

تسکین کو ہم نہ روئیں جو ذوق نظر ملے
 حوراں خلد میں تیری صورت مگر ملے
 شعر سنو گے۔ تم شعر سننے آئے تھے نا۔ لوسنہ
 آتشِ دورخ میں یہ گرمی کہاں
 سوزِ غم ہائے نہانی اور ہے

منشی نبی بخش۔ اس بے قراری کا باعث
 غالب۔ نہ پوچھو۔

گلشن میں بند و بست برنگ دیگر ہے آج
 قمری کا طوقِ حلقہ سیردن در ہے آج
 آج ہے ایک پارہ دل ہر فغاں کے ساتھ
 تنہا نفسِ کمند شکار اثر ہے آج
 اے عافیت کنارہ کرائے انتظام چل
 سیلابِ گریہ دریئے دیوار و در ہے آج

(غزل پڑھنے کے بعد)

منشی ایک کام کرو گے۔

منشی نبی بخش۔ فرمائیے۔

غالب۔ کلیانِ قلم ذواتِ لاجو میں لکھو انا چاہتا ہوں لکھو شعر لکھو آ

جاتے ہیں۔

درد سے میرے ہے تجھ کو بے قراری ہائے ہائے
 کیا ہوئی ظالم تیری غفلت شعاری ہائے ہائے
 ترے دل میں گر نہ تھا آشوبِ غم کا حوصلہ
 تو نے پھر کیوں کی تھی میری غم کساری ہائے ہائے
 کیوں میری غم خواری کا تجھ کو آیا تھا خیال
 دشمنی اپنی تھی میری دوست داری ہائے ہائے
 عمر بھر کا تو نے پیمانِ وفا باندھا تو کیا
 عمر بھر کو بھی تو نہیں پائیداری ہائے ہائے
 شرمِ رسوائی سے جا چھپنا نقابِ خاک میں
 ختم ہے الفت کی تجھ پر پردہ داری ہائے ہائے
 منشی نبی بخش حقیر (قلم رکھ کر) حضور میں نے سنا ہے۔ آپ کا ارادہ دہلی
 سے باہر جانے کا ہے۔

غالب۔ ہاں میاں۔ اب دہلی میں دل نہیں لگتا۔ قلندر^۱ی و آراوگی
 و ایشار و کرم کے جو داعیے میرے خالق نے مجھ میں بھر دیئے ہیں۔
 بقدر ہزار ایک نکلور میں نہ آئے نہ وہ طاقت جسمانی کہ ایک لاکھ
 ہاتھ میں لوں اور اس میں شطرنجی اور ایک ٹین کا لوٹا مع سوت
 ۱۔ منقول از خطوط غالب۔

کی رسی کے ٹکالوں اور پیادہ پاچل دوں۔ کبھی شیراز جانا کلا
 کبھی مصر جا کھڑا کبھی نجف جا پہنچا۔ مصر اور شیراز تو قسمت
 میں نہیں کلکتہ البتہ جانا چاہتا ہوں۔ اخبار آئینہ اسکندر کے
 مدیر مولوی سراج الدین کا ایک زمانہ سے تقاضا ہے۔
 منشی نبی بخش حقیر۔ بندہ بھی کول جا رہا ہے۔ واپسی کے بعد اللہ شہداء اللہ
 ملاقات ہوگی (منشی نبی بخش جانتے ہیں)
 ڈراپ سیدین

سیدین پانچواں (کلکتہ)

(مولوی سراج الدین احمد مدیر "آئینہ اسکندر" کا مکان حجرہ
 میں صوفے پرٹے ہوئے ہیں۔ سلسلے سے کرسیاں بھی رکھی ہیں
 دوسری طرف کھانے کی میز جس کے اطراف کرسیاں رکھی ہیں
 صوفے پر ایک صاحب بیٹھے ہوئے ہیں۔ یہ مولوی سراج الدین
 "آئینہ اسکندر" کے مدیر ہیں۔ ملازم داخل ہوتا ہے۔ سراج الدین
 پیچوان سے شغل فرما رہے ہیں۔)
 (دعوت کا سامنا نظر پیش کیا جائے)

(دعوت کا سامنظر پیش کیا جائے)

ملازم۔ حضورِ عزت آبِ کفایت خانِ سفیرِ ایرانی آرہے ہیں پیشوائی کے لئے تشریف لے چلئے۔

(کفایت خانِ ایرانی لباس میں داخل ہوتا اور مولوی سراج الدین سے مصافحہ کرتا ہے)

کفایت خان۔ برادرِ مہرِ سراج الدین وہ شاعرِ ہندی کہاں ہے جس کا فارسی کلام ہمیں بہت پسند ہے۔ کیا وہ ابھی نہیں آئے۔

سراج الدین۔ اب آیا ہی چاہتے ہوں گے۔ آج میں نے چند اور احباب کو کھانے پر بلا لیا ہے ایک میرِ حسن علی ہیں جو لندن میں ہندوستانی کے پروفیسر جان شکسپیر کے ساتھ ہندوستانی زبان انگریز طلباء کو سکھاتے ہیں۔ ان کی بیگم بھی آنے والی ہیں مسز حسن علی ہیں تو انگریز کیوں ہندوستانی مسلمانوں میں بہت کھل مل گئی ہیں وہ

۱۔ ملاحظہ کیجئے غالب: نامہ صفحہ ۳، میر حسن علی شاہ ۱۸۱۷ء میں لندن میں ہندوستانی کے پروفیسر شکسپیر کے معاون ہو کر رہے تھے رابٹ سے واپسی پر ایک اعلیٰ کمرانے کی انگریز خاتون سے شادی کر کے اسے ساتھ لائے تھے مرزا حسن علی تقریباً ۱۲ سال ہندوستان میں رہے اس اثنا میں ہندوستانی مسلمانوں پر انھوں نے ایک مفصل کتاب لکھی ہے جس کا نیا ایڈیشن حال میں آکسفورڈ یونیورسٹی پریس کی طرف سے نکلا ہے۔ کلکتہ میں غالب کی حسن علی صاحب کے ملاقات ہوئی تھی۔

ہندوستانی مسلمانوں کے متعلق ایک کتاب لکھ رہی ہیں بہت
ذہین خاتون ہیں۔

(ملازم داخل ہوتا ہے)

ملازم حضور وہ دلی والے مہمان آگئے۔ ان کے ساتھ نواب کرم حسین خان
بھی ہیں۔

(مولوی سراج الدین احمد پیشوا کی لئے جاتے ہیں)

(اس اثناء میں مسٹر و مسٹر حسن علی بھی آجاتے ہیں۔ مسٹر حسن علی

و کٹوریائی عہد کا انگریزی لباس پہنے ہوئے ہیں)

(غالب مالیدہ کا چغہ اور سیاہ پوستین کی چوگوشہ لمبی لٹپی

پہنے ہوئے آتے ہیں۔

غالب۔ (کانا پھوسی کے انداز میں) اماں یا سراج الدین تم نے مجھے

نمائش کا جیوان بنا ڈالا اتنے سارے لوگوں کو اکٹھا کر لیا۔

(مولوی سراج الدین خاموشی کا اشارہ کرتے ہیں) زور سے

تشریف لئیے مرزا صاحب دیکھئے یہ سب آپ سے ملنے کے

مشاق ہیں مہمانوں کا یکے بعد دیگرے تعارف کرایا جاتا ہے

یہ ہیں ہمارے ایرانی سفیر وہ آپ کے فارسی کلام کے بڑے

مداح ہیں (مولوی حسن علی کی طرف رخ کر کے) آپ ہیں

مولوی حسن علی۔ ہیں تو لکھنؤ کے لیکن ادھر کچھ دلوں سے لندن
میں قیام ہے۔ جہاں یہ طلباء کو ہندوستانی پڑھاتے ہیں پتہ ہے
وہاں وہ آپ کا کلام طلباء کو پڑھاتے ہیں (غالب مسکرا کر
ہاتھ ملاتے ہیں)

(مسٹر حسن علی مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھاتی ہیں۔ غالب ٹھٹک
جاتے ہیں پھر بڑے شوق سے اپنا ہاتھ آگے کر دیتے ہیں)
(سراج الدین کی طرف دیکھ کر)

اماں تمہارا دیوان خانہ کا ہے کوہے اخبار ”آئینہ اسکندر“ کا
چلتا پھرتا دفتر ہے سب ہنستے ہیں کھانے کے لئے جاتے ہیں
کھانے کے دوران)

مسٹر حسن علی۔ ول مرزا صاحب۔ ہمیں اُردو نہیں آتی لیکن مسٹر علی ہمیں تمہارا
کلام کا ترجمہ سناتا ہے تو ہمیں بہت پسند آتا ہے۔ ہمیں معلوم
ہوا تھا کہ تم نے کوئین وکٹوریہ کو بھی اپنا ”شعر“ بھیجا ہے
(غالب ہنستے ہیں)۔

غالب۔ ہاں بیگم صاحب (رک کر) آپ کو بیگم صاحب کہتا چلتا نہیں۔
بیگم صاحب بھی آپ معلوم نہیں ہوئیں۔ میں آپ کو ”بی بی“

۱۔ غالب کا ایک قصیدہ ملکہ وکٹوریہ کی مدح میں ہے۔

کہوں گا۔ ہمارے ہاں بزرگ مرد اپنے سے کم عمر خواتین کو اس طرح مخاطب کرتے ہیں اس میں اپنا بریت پائی جاتی ہے۔ ہاں تو ”بنی بنی“ تم نے کہا تھا کہ ہم نے اپنا ”شیر“ (شعر) بھیجا تھا۔ تم جانتی ہو ہم خود شیر ہیں۔ ہمارا نام اسد اللہ خان ”اسد“ کے معنے ”شیر“ ہیں ایک ”شیر“ دوسرے شیر کو اور کیا تحفہ بھیج سکتا ہے۔

کفایت خان۔ برادرِ آپ بھی ایران آئیے۔ آپ تو ہم ایرانیوں جیسی فارسی لکھتے ہیں۔ میں نے آپ کی ”پنج آہنگ“ دیکھی۔ غالب۔ خواہش تو تھی کہ ایک ٹین کا لوٹا مع سوت کی رسی لے لٹکا لو اور پیادہ پا چل دوں کبھی شیراز جا نکلا کبھی مصر میں جا ٹھہرا کبھی نجف جا پہنچا۔ ”قلندری و آزادی کے جو داعیے میرے خالق نے مجھے ہیں بھر دیئے ہیں یہ قدر ہزار ایک ظہور میں نہ آئے۔ (کھانا ختم ہو جاتا ہے سب اکڑ کر بیویں اور صوفوں پر بیٹھ جاتے ہیں۔)

(مولوی سراج اعلان کرتے ہیں)

مے سیر ایرانی جس سے غالب کی کلکتہ میں ملاقات ہوئی تھی۔ ملاحظہ کیجئے ”غالب نامہ“ ”یادگار غالب“ سیر المصنفین۔

سراج الدین۔ آج شاعر بے عدیل۔ شمار بے مثل "مرزا غالب دہلوی"
 کی آمد کے موقع پر میں نے موسیقی کا بھی انتظام کیا ہے امید ہے
 کہ آپ لوگ تھوڑی دیر اور تشریف رکھیں گے اور موسیقی سماعت
 فرمائیں گے۔

(سازندوں کے ساتھ ایک حسین و جمیل طوائف آتی ہے)
 سلیقہ سے کورنش بجالاتی ہے پھر سراج الدین احمد سے مخاطب
 ہو کر پوچھتی ہے۔
 اجازت ہے۔

سراج سر کے اشارے سے رضا مندی ظاہر کرتے ہیں۔ طوائف
 مرزا غالب کی غزل شروع کرتی ہے۔

غزل

مدت ہوئی ہے یار کو مہمان کئے ہوئے
 جوش قدح سے بزم چراغاں کئے ہوئے
 پھر وضع احتیاط سے رکنے لگا ہے دم
 برسوں ہوئے ہیں چاک گریباں کئے ہوئے
 بام دگر ہوئے ہیں دل و دیدہ پھر رقیب
 نظارہ و خیال کا سامان کئے ہوئے

دل پھر طواف کوئے ملامت کو جائے ہے
 پندار کا صنم کدہ ویران کئے ہوئے
 پھر شوق کر رہا ہے خریدار کی طلب
 عرض متاع عقل و دل و جاں کئے ہوئے
 پھر چاہتا ہوں نامہ دل دار کھولنا
 جان نذر دل فریبی عنوان کئے ہوئے
 مانگے ہے پھر کسی کو لب بام پر ہوس
 مہرے سے تیز دشنہ مٹر گاں کئے ہوئے
 ایک نو بہار ناز کو تانا کے ہے پھر نگاہ
 چہرہ فروغ مے سے گلستان کئے ہوئے
 پھر جی میں ہے کہ درپہ کسی کے پڑے رہیں
 سر زیر بار منت دربان کئے ہوئے
 جی ڈھونڈتا ہے پھر وہی فرصت کے رات دن
 بیٹھے رہیں قصور جاناں کئے ہوئے
 غالب ہیں نہ چھڑ کہ پھر جوش اشک ہوئے
 بیٹھے ہیں ہم تہیہ طوفاں کئے ہوئے
 (غالب پر ایک کیفیت طاری ہو جاتی ہے۔ مسر حسن علی بھی
 متاثر ہیں)۔

مسٹر حسن علی۔ مرزا جی۔ یہ عورت آپ کا کلام گارہی ہے۔ (غالب اشراف سے سر ہلاتے ہیں) ہم کو بھی کچھ سمجھ پڑ رہا ہے۔ ہم گھر جا کر مسٹر علی سے کہیں گے کہ اس کا ترجمہ کر کے ہمیں دیں اس میں آپ نے پاسٹ میرا مطلب گزرے ہوئے زمانہ کو یاد کیا ہے نا۔ ہمیں بھی اپنا پاسٹ یاد آ رہا ہے۔

(غزل ختم ہو جاتی ہے)

غالب۔ بہت خوب ایک کشتی میں ایک اشرافی طوائف کی نذر کرتے ہیں۔ بی صاحبہ آپ نے ہماری غزل بڑی عمدگی سے سنائی۔ آپ کو استاد ذوق کا بھی کلام یاد ہے۔

طوائف۔ استاد ذوق کون؟

غالب۔ وہ تم نہیں جانتیں استاد شاہ میں بھی۔

سراج الدین۔ مرزا صاحب۔ استاد کی شاعری لال قلعہ کی چہار دیواری میں بہت گونجی دور دراز کے خطوں پر تو آپ ہی کے نام کا سکھ چلتا ہے۔

(غالب مسکراتے لگتے ہیں)

(خاص دان میں گلو ریاں آئی ہیں اس کے ساتھ چکنی دلی بھی ہے)

نواب کرم حسین۔ بھئی کچھ بھی ہو ہم تو استاد ذوق کی زبان ذاتی کے قائل ہیں اچھا مرزا (چکنی دلی جیسلی پر رکھ کر) ہم تو اس وقت آپ کی

شاعری کا دیوانیں گے جب آپ فی البدیہہ اس پر چند اشعار کہہ دیں
 آپ بھی فیضی پر اعتراض کر رہے تھے نا جس نے اکبر بادشاہ
 کے سامنے دُعا فی سوشعر کا قصیدہ فی البدیہہ سنایا تھا۔
 غالب۔ نو اب صاحب۔ ”اب بھی اللہ کے بندے ایسے موجود
 ہیں کہ دو چار شعر تو ہر موقع پر ہدایتاً کہہ سکتے ہیں“ نیچے
 آپ چکنی ڈلی پر اشعار سنا چاہتے تھے نا سنئے۔
 (فی البدیہہ یہ پڑھتے ہیں)

ہے جو صاحب کے کف دست پہ یہ چکنی ڈلی
 زیب دیتا ہے اسے جس قدر اچھا کہیئے
 خامہ انگشت بہ دنداں ہے اسے کیا لکھیئے
 ناطقہ سر پہ گریباں ہے اسے کیا کہیئے
 خاتم دست سلیمان کے مُشابہ کہیئے
 سرپیتاں پری زاد سے مانا کہیئے
 کیوں اسے گوہر نایاب تصور کیجئے
 کیوں اسے مرد مک دیدہ عنقا کہیئے

۱۔ یہ جملہ غالب کے خطوط ہیں۔

کیوں اسے تکمہ پیراہن لیلیٰ کہئے
 کیوں اسے نقش پئے خامہ مانی کہئے
 بندہ پندور کے کف دست کو دل کیجئے فرض
 اور اس چکنی سپاری کو سویدا کہئے
 (سب حاضرین واہ مرزا واہ کمال کر دیا۔ بحسین کے نعرے)
 (پندہ گرتا ہے)

تیسرا ایکٹ

(بڑھاپا)

سین پہلا

(دہلی)

غالب کی محل سرا۔ اس دفعہ غالب کے چہرے پر ڈاڑھی ہو
جو نہ زیادہ لمبی ہو نہ مولویانہ طرز کی دو ڈھائی انگلی کی
ڈاڑھی۔ سرمند ہوا۔ برکاپا جامہ کھلی آستین کا الفی گرین
کا کرتا۔ اس پر مرزائی۔ غالب غرق مطالعہ ہیں۔ ہاتھ میں
پنسل ہے جس سے ایک بیاض پر کچھ نوٹ کرتے جاتے ہیں
(دستک کی آواز)

کلیان جا کر دیکھ آتا ہے۔

کلیان۔ حضور حکیم احسن اللہ خان صاحب اور مولوی فضل حق صاحب
آئے ہیں۔

(احسن اشد خان اور فضل حق داخل ہوتے ہیں)

احسن اشد خان - مبارک مرزا بادشاہ سلامت نے تمہیں شہابی مورخ مقرر کیا ہے۔ کل ہی فرمان جاری ہوا ہے۔ ہم سمجھ رہے تھے تم ہمیں اطلاع دو گے مگر معلوم ہوتا ہے کہ دعوت کے ڈر سے اپنے دوستوں کو بھی اطلاع نہیں دی۔ (کلیان سے) بھابی سے کہنا ایک زوردار دعوت کا انتظام کریں۔

نحالب - بھائیو۔ آپ کی مبارک باز کا شکریہ لیکن اس سے زیادہ کیا عرض کروں۔ شعر پڑھتے ہیں۔

میں زوال آئادہ اجزا افریش کے تمام
مہر گردوں ہے چراغ راہ گزار بادیاں

یہاں شاہ ظفر کی شاعری چراغ رہ گزر رہے مولانا۔ جسے باد بھانے پر تلی ہے۔ پھر تہنیت کیسی اور مبارک باد کیوں۔ سچ تو یہ ہے کہ اہل ہمت کے نزدیک دنیا اور حشمت دنیا بے کار ہے۔
(فضل حق کی طرف مڑ کر)

مولانا میں آج کل تصوف کے متعلق کتابیں پڑھ رہا ہوں ایک شعر موزوں ہوا ہے۔

رہا آباد عالم اہل ہمت کے نہ ہونے سے
بھرے ہیں جسقدر جام و سبو مینجانہ خالی ہے

فضل حق۔ تم پھر مشکل پسندی پر اتر آئے اس شعر کا مطلب میرے تو
پلے نہیں پڑتا۔

غالب۔ تو مجھ سے سنئے۔ تاویل "سے میں نے" خیال "کو اچھوتا بنا دیا ہے۔
مطلب یہ ہے کہ دنیا میں اگر اہل ہمت کا وجود ہوتا جو دنیا کو
محض تاجینر سمجھ کر اس کی طرف التفات نہ کرتے تو دنیا ویران
ہو جاتی۔ پس جانتا چاہیئے کہ عالم اسی سبب آباد نظر آتا ہے کہ
اہل ہمت مفقود ہیں حسب طرح مینخانے میں کوئی مینجوار نہیں ہے
اس طرح عالم کا آباد ہونا دلالت کرتا ہے کہ اس میں اہل ہمت
نہیں ہیں۔

احسن اللہ خان۔ خوب بھائی خوب۔ آج کل تو تمہارے اشعار دلوں کو
زیر وزیر کئے دے رہے ہیں۔ یہ تاثیر کیسے پیدا ہوئی۔

غالب۔ (فضل حق کی طرف اشارہ کر کے) سب مولانا کا فیض ہے جنہوں نے
مجھے عشق مجازی کے چکر سے نکال کر عشق حقیقی کی طرف مائل کر دیا۔
سچ تو یہ ہے کہ ابھی تک میں نے دنیا دیکھی تھی اسے برتا اور پرکھا
نہیں تھا۔ اب بحر بات نے میری نظر میں وسعت پیدا کر دی
زندگی نے مجھے بہت کچھ سکھایا۔ بہت کچھ مولانا۔

احسن اللہ خان۔ مرزا میں دیکھتا ہوں آج تم پر بری طرح ہنیدگی چھائی

ہوئی ہے۔ خیر۔ یہ بھی تمہارا ایک انداز ہے کام کی بات یہ ہے
 کہ لوہار و والوں کے مقابلے میں ایک طرح سے تم جیت گئے۔
 تمہاری پینشن کا تصفیہ ہو گیا۔ لیکن تو اب شمس الدین خان تمہیں
 صرف ایک تہائی یعنی دس ہزار میں سے تین ہزار بھی دینا نہیں
 چاہتے بلکہ صرف ساڑھے سات سو دینا چاہتے ہیں۔

(فصل حق اس دوران میں مونڈھے پر سے ایک موٹی کتاب
 اٹھاتے ہیں) نام دیکھ کر۔

فصل حق۔ یہ کیا ہے۔

غالب۔ برہان قاطع۔

فصل حق۔ خوب تو تم بھی قاتل کے قاتل ہو۔

غالب۔ جی نہیں۔ میں قاتل نہیں قاتل کا قاتل ہوں۔ کیا کیا خرافات
 لکھ گیا ہے کم بخت۔ چاہتا ہوں "قاطع برہان" لکھ کر اس کا
 سب پل کھول دوں۔

فصل حق۔ ارے میاں کو تو ال شہر اس کا بڑا طرف دار ہے۔ تم سے اس

کا بدلہ نہ چکا بس لے گا۔ سنا ایک محفل میں کہہ رہا تھا ہر زانو شہ

کی دو لاکھ کی عزت انہیں خاک میں ملا سکتا ہوں۔ مجھے خاطر

میں نہیں لاتے۔ وہ قلم کے دھنی ہیں تو میں بھی "صاحب سیف"

ہوں۔ وہ ابھی تک زلفوں میں اسیر رہے ابھیں زنجیروں میں
 اسیر نہ کر دوں تو نام نہیں۔ آج دہلی کی سر زمین میرے قدموں
 تلے لرز رہی ہے۔ ایک مرتبہ تو جیل خانے کی ہوا کھلا چکا ہوں
 غالب۔ ارے میاں ہوا کرے۔ یہاں کس ”بھڑ پڑے“ کو اس کی پرواہ ہے
 احسن اللہ خان۔ ہٹاؤ اس قصے کو۔ ایک مرتبہ تو ہاتھ صاف کر چکا
 ہے تمہارا کیا بگڑا اب بتاؤ کل کے قلعہ والے مشاعرے
 میں آ رہے ہو یا نہیں۔

غالب۔ ہاں آنا ہی پڑے گا۔ وہ دن گئے کہ کہتے تھے ”ذکر“ نہیں
 ہوں میں۔

(دونوں اٹھ کھڑے ہوتے ہیں تو پھر کل ملاقات رہے گی)

- ۱۔ غالب کی اسیری کی طرف اشارہ ہے۔
- ۲۔ غالب کے کردار کو پوری طرح اجاگر کرنے اس طرح کے الفاظ
 بھی استعمال کرتے پڑیں گے۔ کیونکہ غالب کے خطوط میں تک اس طرح
 کے لفظ ملتے ہیں۔

سین دوسرا

مقام لال قلعہ - صدر میں تخت طاؤس - چند درباری بیٹھے ہوئے
 ہیں - نقیب چوب دار کھڑے ہیں - نقیب آواز لگاتا ہے اور
 اہم درباری یکے بعد دیگرے جمع ہوتے جاتے ہیں)
 چوب دار - با ملاحظہ بادب ہوئیار - وزیر باندیر مشیر بے نظیر نواب
 احسن اللہ خان تشریف فرما ہوتے ہیں -

چوب دار - ادب سے نگاہ رو برو استاد شاہ سلطان الشعراء قاقائی ہند
 شیخ ابراہیم ذوق ورد فرما ہو رہے ہیں -
 (ذوق آکر ادب سے بیٹھ جاتے ہیں)
 چوب دار - نجم الدولہ دیر الملک نظام جنگ مرزا اسد اللہ خان غالب
 تشریف لارہے ہیں -

(غالب ذوق کے قریب بیٹھ جاتے ہیں)

(ذوق غالب سے مخاطب ہو کر)

ذوق - مبارک مرزا فوشہ - اب تو تم شاہی مورخ بن گئے - کلام میں
 صفائی بھی پیدا ہو گئی کیوں نہ ہو ہم جیسے بزرگوں کا طفیل ہے -

غالب - (مسکرا کر) بجا فرمایا۔ میں بھلا آپ کی تقلید نہیں کروں گا۔
 تو کیا میاں ہڈ ہڈ کی تقلید کروں گا۔ اچھا استاد یہ بتاؤ
 ”سہرا“ تیار ہو گیا۔ قصیدہ تو تیار ہو گا۔ خاقانی ہند جو ٹھہرے۔
 ذوق - یہ بات نہیں بھائی ہم جو خاقانی ہند بنے تو آپ جیسے قدر والوں
 کی قدر افزائی کی بدولت اور حضور عالم پناہ کے طفیل ورنہ
 ”من آنم کہ من دامن“ بھئی صاف بات تو یہ ہے کہ ہم
 قصیدے کے میدان میں سودا کو اپنا ”گرد“ مانتے ہیں!
 ویسے ان کی غزلیات بھی بری نہیں۔

غالب - میر کے متعلق آپ کا کیا خیال ہے۔
 ذوق - میر بھی اچھے شاعر ہیں لیکن سودا کی بات ہی اور ہے۔
 غالب - لیجئے میں آپ کو میری سمجھتا تھا آپ تو ”سودائی“ نکلے۔
 (حاضرین قہقہہ دگاتے ہیں۔)

ذوق - مرزا تو اپنی فقرہ بازی سے کبھی باز نہیں آئے گا۔ میاں
 شاہی دربار ہے۔ آداب شاہی کا کچھ تو لحاظ کرو۔
 غالب - بجا فرمایا۔

(اس اثناء میں چوب دار آواز دگاتا ہے۔)

چوب دار - با ادب با ملاحظہ ولی عہد سلطنت ہند تشریف لارہے ہیں۔
 ۱ (لطیفہ غالب)

(ولی عہد داخل ہوتے ہیں) اس کے بعد
چوب دار۔ باادب با ملاحظہ نگاہ رو برو۔ بادشاہ عالی جاہ فرمانروا
ہند قدم رنجہ فرما رہے ہیں۔

(بادشاہ سلامت آکر بیٹھ جاتے ہیں۔ شاہی منصوبہ بھی
آن کر گھڑا ہو جاتا ہے)

یہاں شاہ ظفر۔ (بلند آواز سے) چونکہ آج ولی عہد بلند اقبال کی شادی
کے بعد محفل جمی ہے اس لئے ہم چاہتے ہیں کہ اس مبارک موقع
پر سہرے پر صبحے جائیں۔ ہم استاد ذوق سے خواہش کرتے ہیں
کہ وہ پہلے اپنا لکھا ہوا سہرا لائیں۔

ذوق اپنا لکھا ہوا سہرا سناتے ہیں تحت السلف

اے جواں بخت مبارک تجھے سر پر سہرا

آج ہے یمن و سعادت کا ترے سر سہرا

آج وہ دن ہے کہ لائے دراجسم سے ملک

کشتی زریں مہ نو کی رگاکر سہرا

یہ کہے صلی اللہ وہ کہے سبحان اللہ

دیکھے مکھڑے پہ تیرے جو مہ و اختر سہرا

تائیں اور بنی میں رہے اخلاص بہم

گوندھے سورہ اخلاص کو پڑھ کر سہرا

درخوش آب مضامین سے بنا کر لایا
 واسطے تیرے تیرا ذوق ثنا گر سہرا
 (غالب کی طرف دیکھ کر)

جس کو دعویٰ ہے سخن کا یہ سنا دے اُس کو
 دیکھ اس طرح سے کہتے ہیں سخنور سہرا
 شاہی منتصدی۔ اعلیٰ حضرت کی خواہش ہے کہ مرزا نوشہ دبیر الملک
 اسدا شن خان غالب اپنا لکھا ہوا سہرا پڑھیں۔
 غالب۔

خوش ہوا ہے بخت کہ ہے آج تیرے سر پر سہرا
 باندھا شہزادہ جواں بخت کے سر پر سہرا
 کیا ہی اس چاند کے مکھڑے پہ بھلا لگتا ہے
 ہے تیرے حسن دل افروز کا زیور سہرا
 ناؤ بھر کر ہی پروئے گئے ہوں گے موتی
 تب بنا ہو گا اس انداز کا گز بھر سہرا
 رخ پہ نوشہ کے جو گرمی سے پسینہ ٹپکا
 ہے رنگ ابر گہر بار سراسر سہرا
 جب کہ اپنے میں سماویں نہ خوشی کے مارے
 گوندھے پھولوں کا بھلا پھر کوئی کیونکر سہرا

(ذوق کی طرف دیکھ کر۔)

ہم سخن فہم ہیں غالب کے طرف دار نہیں
دیکھیں اس سہرے سے کہہ کوئی بڑھکر سہرا

حکیم آغا جان عیش۔ کانا پھوسی کے انداز میں حکیم احسن اللہ خان سے
مرزا نوشہ تو استاد پر صاف چوٹ کر گئے۔ وہ دیکھئے حضور

کی تیوری پر بھی بل پڑ گئے ہیں۔ غالب کو داد نہیں ملتی۔

بہادر شاہ ظفر۔ خاموش ہیں محفل میں ناخوشگوار سکوت چھا گیا ہے۔

بہادر شاہ ظفر۔ مرزا نوشہ تم جانتے ہو ہم نے استاد کو سلطان الشعرا

بنایا ہے۔ کیا تم سمجھتے ہو ہم سخن فہم نہیں۔

غالب۔ بجا ارشاد ہوا۔

آغا جان عیش۔ حضور۔ شاہی دربار کا ہر ایک کو لحاظ رکھنا چاہیئے۔

(غالب کا غز پر پشیل سے کچھ لکھتے جاتے ہیں)

پھر ظفر کے سامنے مودب کھڑے ہو کر۔

غالب۔ پیرو مرشد۔ اس موقع پر ایک قطعہ موزوں ہوا ہے۔

اجازت ہو تو وہ بھی پڑھ دوں۔

ظفر۔ کیسا قطعہ۔

آغا جان عیش۔ اب اُس کی ضرورت بھی ہے۔

استاد ذوق۔ ہاں اس کی ضرورت ہے عالیجاہ۔ مرزا نوشہ کو اجازت
 دیجئے۔ ہم ان سے قطعہ سننے کے مشتاق ہیں۔
 ظفر۔ استاد کی خواہش ہے تو بہتر ہے سناؤ مرزا نوشہ۔
 (غالب جوش کے ساتھ پڑھتے ہیں)

سو پشت سے ہے پیشہ آیا سپہ گری
 کچھ شاعری ذریعہ عزت نہیں مجھے
 آزاد رہوں اور میرا مسلک ہر صلح کل
 ہرگز کبھی کسی سے عداوت نہیں مجھے
 کیا کم ہے یہ شرف کہ ظفر کا غلام ہوں
 مانا کہ جاہ و منصب و ثروت نہیں مجھے
 استادشہ سے ہو مجھے پُرغاش کا خیال
 یہ تاب یہ مجال یہ طاقت نہیں مجھے
 مقطع میں آپڑی ہے سخن گسترانہ بات
 مقصود اس سے قطع محبت نہیں مجھے
 روئے سخن کسی کی طرف ہو تو روسیہ
 سودا نہیں جنوں نہیں و حشت نہیں مجھے
 (خوب داد ملتی ہے) ذوق مسکرانے لگتے ہیں۔

چوب دار۔ محفل برخواست ہوتی ہے۔ (دور دراز سے)
 ذوق۔ (ذوق اٹھتے ہوئے غالب سے ہاتھ ملا کر) مبارک مرزا نوشہ
 ہم تو تمہیں استاد ملتے ہیں۔ آج کا میدان تمہارے ہاتھ رہا۔
 غالب۔ (سکراتے ہوئے)۔

پاتا ہوں اس سے داد کچھ اپنے کلام کی
 روح القدس اگرچہ مرا ہم زباں نہیں
 (محفل برخواست ہو جاتی ہے)

سین تیسرا

(دہلی۔ غدر کا زمانہ)

غالب تخت پر لکھنے میں مصروف ہیں۔ بیگم قریب ہی پریشان
 بیٹھی ہوئی ہیں۔ پس پردہ گولیوں کی آوازیں۔
 بیگم۔ یا اللہ تیری خیر زور زور سے آیت کریمہ کا حفظ کرنے لگتی ہیں۔
 غالب۔ بیگم پریشانی کیسی اور حیرانی کیوں۔ ”موج خون“ سر سے
 گزر جانے دو۔ سب ٹھیک ہو جائے گا۔ زیادہ سے زیادہ
 مارے جائیں گے نائیں موت سے نہیں ڈرتا۔ ہاں فقہانِ راجست
 ۱۔ یہ جملہ غالب کے خطوط سے منقول ہے۔

سے ضرور گھبرا گیا ہوں۔ مرزا یوسف کی بھی خبر نہیں آئی۔
 نہ جانے میرا بھائی کس حال میں ہے۔ اتنی مجبوری ہے
 نہ جائے رفتن نہ پائے ماندن۔ گھبراؤ نہیں ہمارا محلہ محفوظ
 ہے۔ ہمارا جہ پیا لہ نے حکیم محمود خان کی وجہ سے دیوار
 کچھواد دی ہے۔ دیکھو خدا کو کیا منظور ہے۔ اگر قدرت کو یہی
 منظور ہے کہ ہم بھی گوروں کی گولیوں کا نشانہ بن جائیں تو
 اسے کوئی نہیں روک سکتا۔

(دیوار پر سے چند گورے سپاہی کو دکر گھر میں داخل ہوتے ہیں)
 بیگم۔ اشد تیری خیر کہہ کر چرخ مارتی ہیں۔

غالب اٹھ کر کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اور بیگم سے کہتے ہیں بیگم
 تم فوراً اندر چلی جاؤ۔

غالب۔ کون ہو تم لوگ۔

سپاہی۔ آپ کو کرنل براؤن نے باہر بلایا ہے۔

غالب۔ کیوں کرنل صاحب اندر نہیں آ سکتے۔

(اس اثناء میں کرنل براؤن اندر داخل ہوتے ہیں)

براؤن۔ ول ٹم مسلمان ہو۔

غالب۔ ہاں حضور مسلمان ضرور ہوں مگر ادھار۔

براؤن۔ تم کیا بولا۔ ادھا کیسا ہوتا ہے۔
 غالب۔ قبلہ شراب پیتا ہوں سو رہیں کھاتا۔
 ایک سپاہی۔ صاحب یہ بے گناہ ہیں بغاوت سے ان کا کوئی تعلق نہیں
 یہ یہاں کے مشہور شاعر ہیں۔
 براؤن۔ اچھا۔ ہم سمجھا تو تم ہی نے بہادر شاہ کے لئے سکھ لکھا تھا تم جلتے
 ہو گوری شکر۔

غالب۔ صاحب یہ شخص (گوری شکر سپاہی کی طرف بتا کر) غلط کہتا ہے
 بادشاہ شاعر۔ بادشاہ کے بیٹے شاعر۔ بادشاہ کے نوکر شاعر
 خدا جانے کسے کہا۔ اخبار نویس نے میرا نام لکھ دیا۔ اگر میں نے
 کھکر گزرا نا ہوتا تو دفتر سے وہ کاغذ میرے ہاتھ کا لکھا گزرتا۔
 براؤن۔ اچھا ہم تمہیں گرفتار نہیں کرے گا۔

غالب۔ حضور ایک درخواست ہے۔ میرا بھائی مرزا یوسف بہت
 بیمار ہے حضور مجھے اپنے ساتھ لے جا کر اس کے گھر پر چھوڑ دیں
 تو مہربانی ہوگی۔

اچھا چلو۔ (سب چلے جاتے ہیں)

غالب کی بیوی پردے کے باہر آ کر آیت کریمہ پڑھنے لگتی ہیں۔

۱۔ یہ واقعہ مالک رام نے اپنی کتاب ذکر غالب میں لکھا ہے۔

یا اللہ تیرا شکر۔

کلیان آکر

بیگم صاحبہ - یوسف میاں چل بسے - سرکاران کے کفن و جن
کے بعد ایں گے۔

یا اللہ تیری خیر۔

(پردہ گرتا ہے)

سین چوتھا

(غدر کے بعد) دہلی - غالب کا مکان مکان کی حالت شکستہ۔
اسباب بھی معمولی ہے - بغیر قالین کے تخت بچھا ہے - (غالب
خطوط پڑھنے میں مصروف ہیں کبھی کبھی حقہ سے شغل کرتے
جاتے ہیں)۔

(کلیان داخل ہوتا ہے) - حضور نواب سردار مرزا صاحب
ملنا چاہتے ہیں۔

۱۔ یہ عبارت غالب کے خط سے لی گئی ہے جو علی گڑھ میگزین غالب نمبر
۱۹۴۹ء میں چھپا ہے۔

غالب۔ آئیے نواب صاحب آئیے۔ کیسے زحمت کی۔ آپ یاد فرماتے تو
بندہ خود حاضر ہو جاتا۔

سہرا مرزا۔ ارے بھائی کہاں کی نوابی اور کیسی یاد فرمائی۔ اب تو دلی
میں اپنوں کی صورت ترس گئے۔ خبر ملی کہ تم زندہ اور صحیح
سلامت ہو تو ملنے چلا آیا۔ چوسر کھیلے مدت ہوئی۔

غالب۔ بہت اچھا کیا۔

دونوں چوسر کھول کر بیٹھ جاتے ہیں۔ کھیل شروع ہوتا ہے۔
ان کے چھینٹ کا فرغل دیکھ کر۔

غالب۔ نواب صاحب مجھے آپ کے فرغل کی چھینٹ بہت پسند آئی۔
نواب صاحب۔ تمہیں پسند ہے تو لے لو۔

غالب۔ جی تو یہی چاہتا ہے کہ اسی وقت آپ سے لے لوں مگر جاڑے
کی شدت ہے۔ آپ گھر کیسے تشریف لے جائیں گے۔ (اٹھ کر
کھونٹی سے مالیدہ کا چغہ نکالتے ہیں) یہ ایک مالیدہ کا چغہ کئی
دنوں سے سلار رکھا ہے۔ پہننے کی نوبت ہی نہیں آئی۔ آپ میرا
یہ چغہ لے لیجئے اور مجھے اپنا فرغل عنایت کر دیجئے۔

(نواب صاحب کچھ متاثر معلوم ہوتے ہیں۔ فرغل لے لیتے ہیں)
(دستک کی آواز) کلیان جا کر دیکھتا ہے۔

غالب۔ کون ہے

کلیان۔ حضور منشی بنی بخش حقیقہ آئے ہیں۔

غالب۔ بھیج دو۔

سردار مرزا۔ مرزا کھیل میں طبیعت جتنے نہیں پار رہی ہے۔ مجھے تو اجازت

دو۔ انشاء اللہ پھر ملاقات ہوگی۔ (اٹھ کر چلے جاتے ہیں)

اس اثناء میں منشی بنی بخش حقیقہ داخل ہوتے ہیں۔

غالب۔ خوب آئے بھائی۔ شاگردوں کے خطوط آئے رکھے ہیں۔ ان کو

جواب لکھنے ہیں۔ ایک بہادر شاہ ظفر کیا ہاتھوں سے گیا۔

ہندوستان کے گوشہ گوشہ سے شاگرد اہل پڑے۔ رام پور

کلکتہ۔ لکھنؤ۔ پنجاب۔ حیدرآباد۔ سب ہی جگہوں پر شاگرد

پیدا ہوئے۔ جیسے چیونٹیوں کا جھنڈا ایک کے ساتھ کئی چلے

آتے ہیں۔ اب تم آئے اب تم سے لکھواؤں گا۔ معلوم ہوتا

ہے یہ شعر میں نے تمہارے ہی لئے لکھا ہے۔

مگر لکھواؤں کوئی اس کو خط تو ہم سے لکھواؤں

ہوئی صبح اور گھر سے کان پر رکھ کر قلم نکھٹے

(منشی شرمہ جاتے ہیں۔ عینک درست کرتے ہیں کھنکھار کر

گلا صاف کرتے ہیں)

غالب۔ (شوخی سے) چل اے خامہ بسم اللہ (خطوط کا پلندا
 الٹ پلٹ کرتے جاتے ہیں) پہلے بخروج کو جواب لکھوائیں گے۔
 اور یہ کیا رئیس سورت غلام بابا خان کا خط ہے۔ لیجئے اس
 مسخرے نے گھڑی کے ساتھ پیسے بھی بھیجے ہیں۔ بھئی خوب
 معلوم ہوتا منشی آج صبح کوئی اچھی صورت دیکھی ہے تب
 ہی رقم پر رقم چلی آ رہی ہے۔ چوسر میں بھی بازی جیتی۔ مگر
 پہلے ہم اپنے چہیتے بخروج کو لکھوائیں گے۔ لکھو۔ ظالم نے
 شہر کی خیریت پوچھی ہے۔

(لکھوانے کے انداز میں کہتے جاتے ہیں)

شہر! صبح اہو گیا۔ اور اب کنویں جاتے رہے پانی گوہر نایاب
 ہو گیا تو یہ صبح اصرائے کر بلا ہو جائے گا۔ اللہ اللہ دلی والے
 اب تک یہاں کی زبان اچھا سمجھتے ہیں۔ واہ رے حسن اعتقاد
 بندہ خدا اردو بازار نہ رہا۔ اردو کہاں۔ اب شہر نہیں کہیں
 چھاوٹی ہے۔ نہ قلعہ نہ شہر نہ بازار نہ ہنر۔

منشی۔ (ٹھنڈی سانس بھر کر) حنفیہ کیا اچھی تصویر کھینچی ہے۔

غالب۔ (خط دیکھتے ہوئے) لو بھائی اب ہر گویا پال تفتہ کا بھی

جواب لکھ دو۔

! منقول خط غالب بنام بخروج۔

منشی - (کھنکھار کر) فرمائیے۔
غالب - لکھو۔

مجھ کو دیکھو نہ آزاد ہوں نہ مقید نہ رنجور ہوں نہ تندرست
نہ خوش ہوں نہ ناخوش۔ نہ مردہ نہ زندہ۔ جسے جاتا ہوں۔
باتیں کئے جاتا ہوں۔ روٹی روز کھاتا ہوں۔ شراب گاہ گاہ
پئے جاتا ہوں۔ جب موت آئے گی مر رہوں گا نہ شکر نہ شکایت
جو تقدیر ہے بر سبیل حکایت۔

منشی - حضور یہ اردو نثر نہیں سامری کا سحر ہے۔ میرے خیال میں
تو اس گنجینہ نایاب کو زیور طباعت سے آراستہ ہونا چاہیئے۔
غالب۔ منشی جی۔ خیال تو مبارک ہے۔ وہ نالائق تفتہ بھی مجھے تنگ
کر رہا ہے۔ وہ میرے رقعات چھاپنا چاہتا ہے۔ میں شاعر تھا
موتینہ پوش نہیں۔ اب موتینہ پوش بھی بننا پڑے گا۔
میرے خیالات کا بیلام اٹھے گا۔ خیر زمانہ جو نہ کرے کم ہے۔
(منشی قلم رکھ کر سنانے لگتے ہیں)

غالب۔ اچھا اب باقی آئندہ تمہارا بھی نماز کا وقت آگیا۔
(پردہ گرتا ہے)

سین پانچواں

مرزا صاحب پلنگ پر شمال اوڑھے لیٹے ہیں۔ سر ہانے تپائی
پر خطوط کا ڈبیر رکھا ہوا ہے۔ پردے کے پیچھے جا جتنی رکھی
ہوئی ہے۔

(حالی داخل ہوتے ہیں)

غالب۔ کون میاں الطاف حسین آؤ آؤ تمہیں کو یاد کر رہا تھا۔
حالی۔ حضور مزاج عالی ناساز معلوم ہوتا ہے۔

غالب۔ نہیں میاں چھتر سال کی عمر ہونے آئی۔ اب بھی کمزوری
نہ ہو تو کیسا۔ (زور لگا کر اٹھنا چاہتے ہیں) حالی مدد کو آگے
بڑھتے ہیں) لیٹے رہیے حضور میں بیٹھ جاؤں گا۔ (پلنگ کے
قریب موندھا کھینچ کر بیٹھ جاتے ہیں)

غالب۔ سچ تو یہ ہے مضحمل ہو گئے توئی غالب

اب عناصر میں اعتدال کہاں

حالی۔ قبلہ۔ قاطع برہان کا سلسلہ ختم کیجئے۔ لوگ سب و شتم پر اتر
آئے ہیں۔

غالب۔ ہاں مہیاں روز ڈاک میں ایسے ایسے خطوط ملتے ہیں کہ خدا کی
پناہ ظالموں نے گالی گلو ج پر کمر باندھ لی۔ دکھ تو اس بات
کا ہے کہ کم بختوں کو گالی دینے کا بھی سلیقہ نہیں۔ بڑھے
یا ادھیڑ آدمی کو بیٹی کی گالی دیتے ہیں۔ تاکہ اس کو غیرت آئے۔
جوان کو جو رو کی گالی دیتے ہیں بچے کو ماں کی گالی دیتے ہیں
یہ قمر ساقی ۷۶ برس کے بوڑھے کو ماں کی گالی دیتا ہے۔
اس سے زیادہ کون بے وقوف ہو گا۔

حالی۔ قبلہ ہمارے ہندوستان کی پسماندگی کا بڑا سبب یہی ہے کہ
یہاں اہل کمال کی قدر نہیں کی جاتی۔ آپ کی شہرت اور
مقبولیت کو دیکھ کر لوگ جلے مرتے ہیں۔ اور اس طرح
دل کے پھپھو لے پھوڑ لیتے ہیں۔
غالب۔ ارے بھئی۔

ہم کہاں کے دانا تھے کس ہنر میں یکتا تھے
سچ تو یہ ہے کہ

بے سبب ہوا غالب دشمن آسماں اپنا
یہ بے سبب دشمن کیوں۔ آخر زمانہ مجھے مٹانے پر کیوں تُلّا ہے

لوح جہاں پہ حرف مکرر نہیں ہوں میں
حالی - کیا بات کہی ہے حضور - واقعی آپ لوح جہاں پر حرف
مکرر نہیں - آپ تو خود اپنی نظیر ہیں آپ کو یاد ہو گا آپ ہی
نے کلکتہ کے سفر کا واقعہ بیان کیا تھا - کہ ایران کا سفیر آپ
کی فارسی دانی کا معترف ہے -

غالب - اور خوبی سنو - کلکتہ ہی سے قاطع برہان کے سلسلہ میں
خطوط کا تانتا بند ہو گیا ہے - بھئی ہم تو کلکتہ پر جان دیتے
تھے - میں کلکتہ کے ماحول سے کافی متاثر ہوا تھا - واپسی پر
چند شعر بھی کہے تھے تم نے سنے نہیں -

حالی - آپ کے طبع شدہ دیوان میں تو نہیں -
غالب - تم کون سے دیوان کی بات کر رہے ہو - مفتی انوار الحق کی زیر
نگرانی جو ۱۸۳۷ء میں طبع ہوا وہ دیکھا یا ۱۸۴۳ء والا
جو سید الاخبار کے مطبع سے چھپا اسے دیکھا -

حالی - دونوں میں بھی نہیں -

غالب - نہیں میاں یہ اشعار اس کے بعد لکھے گئے - ہائے وہ بیانی

۱ - اس طرح دیوان غالب کی تاریخ تدوین اور ان کے انداز تحریر
کا بھی ذکر آگیا ہے -

بھی نہیں ملتی۔ (تیکہ کے نیچے کچھ ٹوٹتے ہیں) حالی ایک سنہری
جلد کی بیاض نکال کر غالب کو دیتے ہیں۔
غالب۔ تو تم ہی پڑھو۔ میرا خط تو شفیعا ہے۔ تمہیں پڑھنے میں
دقت نہ ہوگی۔

حالی۔ نہیں حضور آپ ہی کی زبانی سننا چاہتا ہوں۔
غالب۔ (ٹھنڈی سانس بھر کر) ہاں میاں اب تو ہم چراغ سحری
ہیں بلند آواز سے۔

دم واپسیں برسرِ راہ ہے بڑا عزیز و بس اللہ ہی اللہ ہے
تم سفرِ کلکتہ کے تاثرات سننا چاہتے تھے نا۔ میاں مولوی
سراج الدین احمد کے ہاں کی ضیافت مجھے کبھی نہیں بھولے گی۔
پہلی مرتبہ میں نے نازینِ خود آرا کو اس محفل میں دیکھا۔ کیا
بتاؤں کیا حالت ہوئی۔ ایک صاحب تھے حسن علی وہ تو
ماشاء اللہ آدمی کے بچے تھے لیکن واہ صاحب ان کی اہلیہ
میں یہ معلوم ہوتا تھا کہ کوئی حور آسمان سے اتر آئی ہے۔
میں نے چپکے سے کہا۔

غالب ان ماہِ طلعتوں کے واسطے
چاہنے والا بھی اچھا چاہیئے

مرزا جالدین نے فوراً میرے چٹکی جلی ایک بی صاحبہ نے
 ہمارا کلام بھی سنایا۔ کم بخت نے کیا آواز پائی تھی۔ مجھے
 خود اپنے کہے پر ناز ہونے لگا۔ اس کاشین قاف بھی دست
 تھا۔ شعر سمجھنے کی بھی صلاحیت رکھتی تھی۔ ان ہی کے لئے تو
 کہا تھا سنو گئے۔

ملکہ کا جو ذکر کیا تو نے ہم نشین
 ایک تیر میرے سینے پہ مارا کہ ہائے ہائے
 وہ سترہ زار ہائے مٹرا کہ ہے غضب
 وہ نازنین بتاں خود آرا کہ ہائے ہائے
 صبر آزما وہ ان کی نگاہیں کہ حفا نظر
 طاقت ربا وہ ان کا اشارہ کہ ہائے ہائے
 (چکر آجاتا ہے تکیہ پر گردن ڈھک جاتی ہے)
 حالی فوراً اٹھ کر تمام لیتے ہیں۔ کلیان ارے میاں کلیان۔
 کلیان۔ آیا حضور

حالی۔ فوراً حسین علی خاں صاحب کو باہر بھیجا دو۔
 حسین علی خاں۔ کیوں بھائی صاحب خیر تو ہے۔
 حالی۔ میاں مرزا صاحب کے آثار اچھے نہیں۔ آپ اپنے دادا

نواب علاء الدین خان کو فوراً تار دلوادیجئے۔

حسین علی خان۔ وادایا نے کل ہی اہیں حط لکھوایا اہوں نے
مزاج کی کیفیت پوچھی تھی۔ تو لکھوایا کہ اب میرا حال مجھ
سے کیا پوچھتے ہو۔ چند دن بعد ہم سائوں سے پوچھ لینا۔
اچھا اب میں حکیم احسن اللہ خان کو لاتے جاتا ہوں۔ تم بیگم
صاحبہ کو یہاں بلوالو چلتے ہیں۔
(پردہ گر جاتا ہے)

سین آخری

اسٹیج پر بہت سے آدمی سوگوار ہیں۔ حالی کا مرثیہ کورس کی
شکل میں گایا جا رہا ہے۔
مرثیہ

نقد معنی نکستہ داں نہ رہا
خوان مضمون کا مہیڑیاں نہ رہا
ساقو اس کے گئی یہاں سخی
اب کچھ اندیشہ خزاں نہ رہا

ہوا اک کاروان سالار
 کوئی سالار کاروان نہ رہا
 عشق کا نام اس سے روشن تھا
 قیس و فریاد کا نشان نہ رہا
 ہو چکیں حسن و عشق کی باتیں
 گل و بلبل کا ترجمان نہ رہا



